۱۵/اگست ۲۰۱۴ء م ۱۸/شوال المکرّم ۱۴۳۵ھ بروز جمعہ کو برہان پور میں
''برکاتی مشن'' کے زیر اہتمام منعقدہ اجلاس ''جشن یوم آزادی و یوم رضا'' کا
خصوصی خطاب بعنوان

جنگِ آزادی میں
علمائے اہل سنت کا کردار

مقرر
مولانا محمد حسان ملک نوری
استاذ: دارالعلوم نوریہ اہل سنت بدرالاسلام (برہان پور)

نقل وترتیب وتلخیص
محمد تنویر رضا برکاتی
ڈائرکٹر: برکاتی مشن

ناشر
برکاتی مشن برہان پور شریف (ایم۔پی)
سن اشاعت: شوال المکرّم ۱۴۳۶ھ م اگست ۲۰۱۵ء

پیشِ لفظ

''جنگِ آزادی'' ہندوستانی تاریخ کا ایک اہم باب ہے جسے کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا ۱۵/اگست ۱۹۴۷ء کو ہندوستان آزاد ہوا تب سے لیکر آج تک پورے ہندوستان میں آزادی کا جشن بڑی ہی شان وشوکت کے ساتھ منایا جاتا ہے اور پورے ملک کو دلہن کی طرح سجایا جاتا ہے مجاہدین آزادی کو یاد کیا جاتا ہے۔

مگر افسوس! کیا آپ نے کبھی غور کیا کہ جنگ آزادی میں حصہ لینے والوں میں مسلمانوں کی کتنی تعداد تھی؟ شاید نہیں۔ ہمیں تو یہ بھی نہیں پتا کہ جہاد آزادی میں ہمارے کن کن علماء نے اپنا ''قائدانہ کردار'' ادا کیا ہے جشن آزادی میں اوروں کا نام تو بڑے ہی عزت واحترام سے لیا جاتا ہے اوران کے ایثار کو عوام کے سامنے پیش کیا جاتا ہے مگر افسوس صد افسوس! ہمارے ان علمائے اہل سنت کا ذکر تک نہیں آتا جنہوں نے نہ صرف جہادِ آزادی میں اپنا قائدانہ کردار ادا کیا بلکہ اپنی جانوں کا نذرانہ بھی پیش کیا۔ دنیا میں مسلمانوں نے اپنی قوم، اپنے ملک ووطن کے لئے بے شمار قربانیاں دی ہیں اسی طرح جب برصغیر سے انگریزوں کو سات سمندر پار واپس بھیجنے کا معاملہ آیا تو مسلمانوں نے اپنا تن، من، دھن سب کچھ داؤ پر لگادیا، ٹیپو سلطان نے جو قربانیاں پیش کی ۱۸ ویں صدی کی تاریخ میں اس کی مثال نظر نہیں آتی ٹیپو سلطان انگریزوں کے لئے آخری قلعہ ثابت ہوئے، انگریزوں کا تسلط جب پورے ہندوستان پر ہوگیا اس کے بعد انگریزوں نے جو بربریت اور ظلم وستم کی داستان مسلمانوں کے خون سے لکھی وہ یقیناً بھلائی نہیں جاسکتی ہندوستان کی آزادی کے لئے ملک کی ہر قوم جدّ وجہد میں لگی ہوئی تھی مگر سوال یہ تھا کہ پہل کون کرے؟ جب ہندوستانی عوام اسی کشمکش کا شکار تھی اس وقت دہلی کی جامع مسجد سے ایک آواز انگریزوں کے خلاف جہاد کی بلند ہوئی یہ آواز قائدِ جہادِ آزادی استاذِ مطلق حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی کی تھی آپ ہی نے وسیع پیمانے پر سب سے پہلے انگریزوں کے خلاف جہاد کا علَم بلند کیا علماء سے فرضیت جہاد پر فتویٰ لیا جس پر اسی وقت دہلی کے ۳۳/علمائے حق نے دستخط ثبت کیئے جس کے نتیجے میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی رونما ہوئی جسے انگریزوں نے ''غدر'' کہا جس میں قائدین ومجاہدین کی بڑی تعداد مسلمانوں کی تھی لاکھوں عوام اہل سنت نے اپنا خون نذر کر کے ''حُبُّ الوطنی'' کا ثبوت پیش کیا ہزاروں کی تعداد میں علماء شہید کئے گئے لاکھوں مجاہدین سولی پر

لٹکائے گئے مسلمان مجاہدین کی فہرست کافی طویل ہوتی گئی مگر پھر کیا ہوا جب ہمارا ملک ہندوستان آزاد ہوا۔ ہماری تاریخ کو مسخ کر دیا گیا، اسے بگاڑ کر عوام کے سامنے پیش کیا گیا، تاریخ کو محدود کر دیا گیا، وہ مجاہدین جنہوں نے آزادی کا علَم بلند کیا تھا ان کے نام تک مٹا دیئے گئے ہم ہرگز یہ نہیں کہتے کہ ہمارے ملک کی دیگر قومیں اس میں شامل نہ تھیں نہیں ہرگز نہیں، انہوں نے بھی اپنے ملک کے لئے ہمارے دوش بدوش حصہ لیا۔ آج ہندوستان کی دھرتی اگر سرسبز و شاداب ہے تو اس ہریالی کے پیچھے مسلمانوں کا بہتا لہو بھی کارفرما ہے حرارتِ ایمانی سے گرم خون ہی نے اس مٹی کو زرخیز بنا رکھا ہے۔

ہماری تاریخ ہماری آنے والی نسلوں تک کیسے پہنچے اور مسلمان قائدین کی بارگاہ میں کیسے نذرانۂ عقیدت پیش کیا جائے اسی فکر میں ۱۵ ؍ اگست ۲۰۱۴ء م ۱۸ ؍ شوال المکرّم ۱۴۳۵ھ بروز جمعہ کو ''برکاتی مشن'' کے زیر اہتمام ''گورنمنٹ اردو پرائمری اسکول'' مومن پورہ برہان پور کے وسیع و عریض ہال میں ''جشن یوم آزادی و یوم رضا'' کا انعقاد کیا گیا جس میں برہان پور کی مایہ ناز شخصیت، قابلِ قدر عالمِ دین، عطائے حضور بدر ملت حضرت مولانا حسان ملک نوری صاحب قبلہ نے ''جنگِ آزادی میں علمائے اہل سنت کا کردار'' کے عنوان سے خصوصی خطاب فرمایا، مولانا موصوف ہماری جماعت کے عظیم عالمِ دین امامِ علم و فن حضرت علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی خلیفۂ حضور مفتی اعظمِ ہند علیہا الرحمۃ کے شاگردِ رشید اور فقیہ عصر حضرت علامہ مفتی کوثر حسن رضوی صاحب قبلہ دام ظلہ کے مرید و شاگرد ہیں مولانا موصوف کی تقریر کی اہمیت و افادیت کو دیکھتے ہوئے راقم الحروف فقیر برکاتی ترتیب و تلخیص کے ساتھ آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہے۔

اس کتاب کی طباعت و اشاعت میں ہمارے جن احباب نے بھی کسی بھی طرح سے تعاون کیا ہے ادارہ ''برکاتی مشن'' اُن کا شکر گزار ہے اور دعا گو بھی، مولیٰ تعالیٰ اولیائے برہانپور علیہم الرحمۃ والرضوان کے صدقے و طفیل انہیں اور ہمیں علمِ نافع، عملِ صالح، رزقِ حلال کی برکتوں سے شاد کام فرمائے اور خدمت دین و مذہب کی مزید توفیق بھی عطا فرمائے۔

دعا گو

محمد تنویر رضا برکاتی ڈائرکٹر: برکاتی مشن

۱۰ شوال المکرّم ۱۴۳۶ھ م ۲۷ جولائی ۲۰۱۵ء بروز پیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وبہ نستعین

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین

وعلیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین امابعد

غوث اعظم بمن بے سروساماں مددے
قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے
ماگدائیم تو سلطان دوعالم ہستی
از تو داریم طمع یا شہ جیلاں مددے
طریقِ مصطفیٰ کو چھوڑنا ہے وجہِ بربادی
اسی سے قوم دنیا میں ہوئی بے اقتدار اپنی
وہ اندھیرا ہی بھلا تھا کہ قدم راہ پہ تھے
روشنی لائی ہے منزل سے بہت دور ہمیں
آ ! تجھ کو بتاؤں کہ تقدیرِ اُمَم کیا ہے
شمشیر وسنان اول طاؤس ورُباب آخر
زندہ ہوجاتے ہیں جومرتے ہیں حق کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کردیا
کوئی کوئی بڑا دلچسپ باب ہے اس میں
کہیں کہیں سے محبت کی داستاں سن لو

درودِ پاک پڑھیے

اللہ رب محمد صلیٰ علیہ وسلما نحن عباد محمد صلیٰ علیہ وسلما

محترم حاضرین کرام! آج کا ہمارا یہ اجلاس انتہائی حسّاس موضوع سے تعلق رکھتا ہے آج کے دن جب کہ پورا ہندوستان، ہندوستان کی آزادی کو یاد کرتا ہے ہم بھی ہندوستان

میں رہتے ہیں، ہندوستان ہمارا وطن ہے ہم یہاں کے باشندے ہیں اس لئے اس موقع پر اپنے بزرگوں کو یاد کرنا ہمارا بھی حق ہے، آج کے اس اجلاس میں ہم اپنے اُن بزرگوں کو یاد کریں گے جنہوں نے جنگ آزادی میں ''قائدانہ کردار'' ادا کیا ہے۔

سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس دنیا میں تشریف آوری سے پہلے جب ہم دیکھتے ہیں تو ہمیں اس دنیا میں عیسائی مذہب بہت پھیلا ہوا نظر آتا ہے، دنیا کا بڑا حصہ عیسائیت کا ماننے والا نظر آتا ہے، لیکن حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے دورِ مبارک اور ہمارے آقائے کریم علیہ التحیۃ والثناء کے دورِ مبارک میں تقریباً ۵۰۰/سال کا فاصلہ ہے اس ۵۰۰/سال کے فاصلے کی وجہ سے وہ تعلیمات جو حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے اپنی قوم کو دیا تھا، اپنے ماننے والوں کو دیا تھا ان تعلیمات کو ان کی قوم نے باقی نہ رکھا بلکہ اس میں انہوں نے بہت سارد و بدل کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مذہب جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام لیکر آئے تھے وہ اپنی ہیئتِ اصلی پر باقی نہ رہا اور اس دور کے عیسائیوں نے انجیل مقدس میں اس قدر تحریفیں اور تبدیلیاں کیں کہ اُنہیں جب کسی بات کی ضرورت محسوس ہوتی کہ ایسا نہیں، ایسا ہونا چاہئے ایسے موقع پر عیسائی پادری، عیسائی سربراہ انجیل مقدس کی آیات کو مٹا کر اپنی من مانی عبارت لکھ دیا کرتے تھے اس طرح سے انہوں نے انجیل مقدس میں تحریف کیا اور غلط عقائد و نظریات کو رحمانی عبارات کے پردے میں دنیا کے سامنے پیش کیا۔

سرکار علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے اعلانِ نبوت فرمایا لوگوں کو حق کی جانب بلایا جہاں کفارِ مکہ کو بلایا وہیں عیسائیوں اور یہودیوں کو بھی حق کی دعوت دی۔ لیکن سرکار علیہ السلام کی دعوتِ حق کے جواب میں انہوں نے کہا تھا ﴿نحن ابناء الله و احبائه﴾ (مائدہ:۱۸) اے محمد (ﷺ)! آپ یہ کہتے ہیں کہ تم لوگ مجھے مان لو، میری اتباع کرو تو تمہیں رب تک پہنچنا نصیب ہوگا۔ آپ یہ بات کسی اور سے کہیے ہم عیسائیوں سے نہ کہیے کیوں کہ ہم تو اللہ کے محبوب ہیں ہم تو اللہ کے بیٹے ہیں۔

یہ بات عیسائیوں، یہودیوں نے اُس وقت کہی تھی یہاں سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ مذہب اسلام سے انہیں کتنی دشمنی ہے، کتنی خلش ہے، کتنی رنجش ہے کہ پہلی دعوت کا جواب اُنہوں نے یہ دیا تھا کہ ہمیں آپ کی اتباع کی ضرورت نہیں ہے آپ کی پیروی کی ضرورت نہیں ہے اس لئے

کہ پیروی کی ضرورت اُسے ہو جو محبوب نہ ہو، جو پہنچا ہوا نہ ہو، اور ہم تو اتنے پہنچے ہوئے ہیں کہ ہم تو اللہ کے بیٹے ہیں۔ (معاذ اللہ)

جب انہوں نے یہ بات کہی تھی تو قرآن مقدس میں اللہ رب العزت نے جو آیت نازل فرمائی تھی ذرا اُسے بھی سُنتے چلئے، اللہ فرماتا ہے

﴿قل ان كنتم تحبون الله فاتبعونی يحببكم الله﴾ (آل عمران:۳۱)

اے محبوب! یہ عیسائی، یہ یہودی کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے ہیں ہم اللہ کے محبوب ہیں۔ اے محبوب! آپ اُن سے فرما دیجئے کہ اے عیسائیو! اے نصرانیو! اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو تمہیں کیا کرنا پڑے گا اُس کا راستہ کیا ہے اُس کا ذریعہ اور وسیلہ کیا ہے؟ یہ کہ تم میری پیروی کرو میری اتباع کرو یعنی رب سے محبت کرنے کے لئے تمہیں مجھ سے محبت کرنا ہو گا میری اتباع کرنی ہو گی میری پیروی کرنا ہو گی اور جب تم میری پیروی کر کے رب سے محبت کرو گے تو تمہیں انعام کیا ملے گا؟ اللہ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا۔

یہاں سے ہمیں ایک نظریہ، یہ ملا کہ ہمیں اس دنیا میں جو کچھ ملنا ہے یا اس دنیا کے بعد آنے والی آخرت کی زندگی میں جو کچھ ملنا ہے تمام کا تمام اللہ کے حبیب دانائے غیوب ارواحنا فداہ ﷺ کے دست اقدس ہی سے ملنا ہے اور اگر کوئی اُن کے دستِ اقدس سے لینا نہ چاہے تو وہ دنیا میں بھی ذلیل وخوار ہوگا، آخرت میں بھی عذابِ الٰہی کا مستحق قرار دیا جائے گا، کیوں؟ اس لئے کہ وسیلہ وذریعہ وہی ہیں۔

دعوت وتبلیغ کے ابتدائی دور میں عیسائیوں کی اسلام دشمنی تو آپ نے دیکھ لیا مگر ان کی یہ دشمنی یہیں ختم نہ ہوئی بلکہ اور آگے بڑھی جب اللہ کے رسول علیہ السلام نے اعلاء کلمۂ حق فرمایا لوگوں کو حق کی جانب بلایا تو اُن عیسائیوں نے طرح طرح سے ستانا شروع کیا، طرح طرح کے ظلم وستم ڈھانا شروع کیے، ایسا نہیں کہ ان کی یہ سازشیں سرکار علیہ السلام کے زمانۂ اقدس تک محدود رہی ہوں بلکہ جب صحابۂ کرام کا زمانہ آیا تو صحابۂ کرام کے زمانے میں بھی عیسائیوں نے مذہبِ اسلام کو ختم کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا تھا بلکہ وہ ہر ممکن کوشش کیا کرتے تھے کہ اسلام کی تعلیمات

کو مٹا دیں، اسلام کے پیغامات کو آگے بڑھنے سے روک دیں۔

اب ذرا اور آگے آئیے پانچویں صدی ہجری میں آئیے پانچویں صدی کا زمانہ یہ وہ زمانہ ہے کہ اسی زمانے میں اسلام کا ایک عظیم جرنیل، ایک عظیم سپہ سالار، ایک عظیم مردِ مجاہد سلطان صلاح الدین ایوبی ہمیں نظر آتے ہیں، اسی زمانے میں ایک اور عظیم جرنیل، ایک اور سپہ سالار، ایک اور مردِ مجاہد سطان نورالدین زنگی بھی ہمیں نظر آتے ہیں یہ تو اسلامی سپہ سالار ہیں لیکن ان کے ساتھوں ساتھ اگر آپ روحانیت کے بادشاہ کو دیکھنا چاہیں تو سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی نظر آتے ہیں اسی پانچویں اور چھٹی صدی میں ہمیں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ بھی نظر آتے ہیں۔ غرض یہ کہ پانچویں اور چھٹی صدی ہجری اسلام کا ایک قیمتی سرمایہ ہے اس میں بہت سارے اَجِلّہ اکابر علماء روئے زمین پر تشریف فرما ہوئے اور انہوں نے اپنی خدمات سے اسلام کو روشناس کرایا، اسلام کو متعارف کرایا ہے، دنیا کے سامنے انہوں نے اپنی صداقت و امانت اور قابلیت کا لوہا منوایا ہے، سلطان صلاح الدین کے دور میں بھی عیسائی حکومتیں کئی ملکوں پر قابض تھیں حتّٰی کہ بیت المقدس پر بھی ان کا قبضہ تھا اور عیسائیوں نے ہر ممکن کوشش کی تھی کہ ہم اسلام کو بڑھنے نہیں دیں گے، اسلام کی تعلیمات کو پھیلنے نہیں دیں گے صلاح الدین ایوبی کے زمانے میں عیسائی بادشاہوں کی ایک خاص میٹنگ ہوئی اس میٹنگ میں بادشاہوں نے یہ فیصلہ منظور کیا تھا یہ پلان پاس کیا تھا کہ ہمیں اسلام کی سرکوبی کے لئے، اسلام کو مٹانے کے لئے کوئی بھی طریقہ چھوڑنا نہیں ہے بلکہ ہم جس جس پہلو سے جس جس زاویے سے اسلام کی تعلیمات کو مٹا سکتے ہیں ان تمام پہلوؤں کو اپنا لینا ہے۔

آدمی جو کام کرتا ہے نتیجہ اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا ہے میں نے ۴؍سال محنت کیا، میں نے ۱۰؍سال محنت کیا، میں نے ۱۵؍سال محنت کیا نتیجہ مجھے کیا حاصل ہوا؟ لیکن عیسائی بادشاہوں کی اسلام دشمنی دیکھئے کہ عیسائی بادشاہوں نے جب یہ پلان پاس کیا تھا اسی وقت انہوں نے یہ بات بھی کہی تھی کہ جو منصوبہ ہم بنا رہے ہے اس پر ہمیں عمل کرنا ہے۔ نتیجہ کیا ہوگا؟ اس کی فکر میں نہیں پڑنا ہے اس لئے کہ اس کا جو نتیجہ ہوگا اسلام جو لوگوں کے دلوں سے رخصت ہوگا اسے ہم نہیں دیکھیں گے بلکہ ہماری آنے والی نسلیں دیکھیں گی۔

حاضرین محترم! یہاں سے آپ عیسائیوں کی اسلام دشمنی کا اندازہ کر سکتے ہے کہ کس قدر وہ اسلام دشمنی میں متشدد تھے اور کس قدر وہ متعصب تھے کوئی طریقہ فروگزاشت نہ کرتے تھے۔

اب آپ اپنے ہندوستان کی جانب رُخ کیجئے اتنی گفتگو سے آپ کو عیسائیوں کی اسلام دشمنی کا اندازہ ہو گیا ہوگا۔ یہ بھی یاد رکھیں کسی بھی مذہب کو پھیلانے کے لئے کسی بھی مذہب کی ترویج و اشاعت کے لئے دو چیزوں کی بنیادی ضرورت ہوتی ہے ان میں ایک تو تعلیم ہے اور دوسری بنیادی چیز دولت و سرمایہ ہے۔ اگر دولت و سرمایہ نہ ہو، تعلیم نہ ہو تو کسی بھی مشن کو فروغ نہیں دیا جاسکتا ہے انگریزوں نے تعلیم کی طرف بھی توجہ کی اور دولت کی طرف بھی توجہ کی۔ ہندوستان وہ کس غرض سے آئے تھے اسے بھی دیکھتے چلئے مغلیہ دورِ حکومت میں ہندوستان پوری دنیا کے لئے قابلِ رشک بنا ہوا تھا کیوں کہ ہندوستان میں صنعت و حرفت کے تمام ذرائع موجود تھے دنیا کے بیش قیمتی سامان ہندوستان میں تیار ہوا کرتے تھے کھیتیوں میں بھی طرح طرح کے اناج اور غلّے ہوا کرتے تھے جب ہندوستان کی اس حیثیت کو دوسرے ممالک کے لوگوں نے دیکھا تو اُن کی بھی رال ہندوستان پر ٹپکنے لگی کہ ہمیں بھی ہندوستان سے کچھ حاصل کرنا چاہئے۔ کیوں؟ اس لئے کہ یہ سونے کی چڑیا ہے اس سے بہت کچھ کمایا جاسکتا ہے تو سب سے پہلے ۹۰۴ھ م ۱۴۹۸ء میں پرتگال کا سوداگر ''واسکوڈی گاما'' ہندوستان آیا اور اس نے ہندوستان میں تجارت کی، بہت سا نفع کمایا۔

اس کے آنے کے ۱۰۲ر سال بعد ۱۰۰۹ھ م ۱۶۰۰ء میں ہالینڈ کے سوداگر ہندوستان آئے انہوں نے بھی اپنی تجارت کو خوب فروغ دیا بے انتہا دولت کمائی جب ہالینڈ کے سوداگروں کی تجارت کا شہرہ یورپ میں پہنچا تو یورپ کے دوسرے ممالک بھی اس بات کے لئے تیار ہوئے کہ ہمیں بھی ہندوستان چل کر تجارت کرنا چاہئے نتیجے میں فرانس، جرمنی، ڈنمارک، انگلینڈ کے تاجر ہندوستان آئے اور ہندوستان سے بے انتہا دولت کمائی، بے انتہا ثروت اکٹھا کیا اور جو تاجر، جرمنی، ڈنمارک، انگلینڈ سے آئے تھے، انہوں نے صرف دولت ہی نہیں کمائی صرف ثروت ہی اکٹھا نہیں کیا تھا بلکہ انہوں نے ساحلی علاقوں میں بہت زبردست طریقے سے اپنا اثر و رسوخ بھی قائم کرلیا، سورت کا علاقہ جو گجرات کا ایک شہر ہے یہ ساحلی علاقہ ہے یہ اس زمانے میں بھی بہت زرخیز شہر تھا یہاں سے ہندوستان کے

اطراف میں آمدورفت آسان تھی ، یہ ایک صنعتی شہر تھا، انگلینڈ کے تاجروں نے بادشاہ نورالدین جہانگیر کے پاس اپنی عرض داشت پیش کی۔ وہ عرض داشت یہ تھی کہ بادشاہ سلامت! ہمیں سورت میں مکانات بنانے کی اجازت دیدیں ،نورالدین جہانگیر نے انہیں مکانات بنانے کی اجازت دیدی، اجازت ملنے کے بعد سورت میں انگریزوں نے اپنے لئے بہت سے مکانات تیار کرائے ، اب تک وہ کرائے کے مکانات یا کھلے ہوئے میدانوں میں رہا کرتے تھے،اب وہ اس سے محفوظ ہوگئے اپنے ذاتی مکانات میں رہائش اختیار کرلی۔

اس کے بعد انہوں نے ہندوستان میں اپنے قدم کس طرح سے جمائے؟ اُسے بھی دیکھئے جب شہاب الدین شاہ جہاں کا دور آیا تو اُن کی بیٹی ''جہاں آراء'' ایک مرتبہ بیمار پڑگئیں، اوران کے علاج کی کوئی صورت نظرنہیں آرہی تھی جس سے انہیں شفاءیابی حاصل ہوجائے، طبیبوں نے حکیموں نے لاکھ علاج کیا لیکن کوئی صورت نظر نہ آئی ،تو کسی نے کہا کہ سورت میں ایک انگریز ڈاکٹر ،ڈاکٹر باؤٹن رہتا ہے اس کو بلالیا جائے بہت اچھا ڈاکٹر ہے اس کے علاج سے ہوسکتا ہے شفاءمل جائے۔شاہ جہاں نے حکم دیا ،ڈاکٹر باؤٹن دارالسلطنت دہلی میں حاضر ہوا، جہاں آراء کا علاج کیا اوراللہ رب العزت نے جہاں آراء کو شفاء دیدی، بادشاہ اس پر بہت خوش ہوا،اور بادشاہوں کی ،نوابوں کی اور راجاؤں کی عادت ہوتی ہے کہ جب ان کا کوئی اٹکا ہوا کام نکل جایا کرتا ہے تو پھر وہ نکالنے والے پر بے انتہا انعام واکرام کی بارش کردیا کرتے ہیں، ڈاکٹر باؤٹن کے لئے بھی یہ موقع ایسا ہی تھا کہ اس پر بھی بے انتہا انعام واکرام کی بارش ہونے والی تھی ،اب یہاں پر ڈاکٹر باؤٹن کی سوچ کو آپ دیکھیں کہ ایک صورت تو یہ تھی کہ ڈاکٹر باؤٹن صرف ایسا انعام لیتا جس سے اس کی ذات کو فائدہ پہنچتا،وہ ہیرے جواہرات لے لیتا، بے شمار اشرفیاں لے لیتا، درہم ودینار لے لیتا لیکن ان سب سے صرف اس کی ذات کو فائدہ پہنچ سکتا تھا اس لئے اس نے ایسا نہیں کیا، وہ متعصب عیسائی تھا اور عیسائی مذہب کو فروغ دینے کا قوی جذبہ رکھتا تھا اس نے کون سا انعام لیا؟ اس نے ایسا انعام لیا جو صرف اس کے لئے نہ تھا بلکہ پوری عیسائی قوم کے لئے تھا وہ انعام کیا تھا اس نے شاہ جہاں سے یہ فرمان جاری کروایا کہ ہم کو صوبہ بنگال میں بغیر ٹیکس دیئے تجارت کرنے کی اجازت دی جائے۔بادشاہ تو خوشیوں میں شرابور تھا اس نے یہ فرمان جاری کردیا کہ

انگریزوں کو بنگال میں بغیر ٹیکس ادا کیے تجارت کرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔

اب سوچیں آپ کہ جب انگریزوں کو تجارت کرنے کی کھلی چھٹی دیدی گئی اب تمہیں ٹیکس نہیں دینا ہے تو وہ بہت سارا سرمایہ جو ٹیکس میں چلا جاتا تھا اب وہ سب کا سب محفوظ ہو گیا اب جب وہ محفوظ ہو گیا اس کے ذریعے سے انہوں نے اپنی اس تجارت کو خوب فروغ دیا۔ مقصد کیا تھا؟ اس تجارت کے بل بوتے پر ہم اسلام کے نام ونشان کو مٹائیں گے اور عیسائیت کو پروان چڑھائیں گے۔

اب آپ اور آگے آئیں کہ شاہ جہاں مرحوم کے زمانے میں انہیں بنگال میں بغیر ٹیکس کے تجارت کرنے کی اجازت دیدی گئی یہ فرمان ۱۶۳۸ء میں جاری ہوا تھا اور ۱۶۵۸ء میں حضرت سیدنا اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ مسند حکومت پر جلوہ فگن ہوتے ہیں، آپ کا دور حکومت کیسا تھا؟ یہ خالص اسلامی تھا اور بھلا کیسے خالص اسلامی نہ ہوتا کہ اورنگ زیب صرف ایک بادشاہ نہ تھے صرف ایک سلطان نہ تھے بلکہ وہ دینی لحاظ سے دین کے سلطان یعنی مجدد وقت بھی تھے اور جو مجدد وقت ہوگا اس کی سلطنت ہرگز ہرگز غیر اسلامی نہیں ہو سکتی ہے بلکہ سو فیصد اسلامی ہوگی تو حضرت اورنگ زیب کی سلطنت سو فیصد اسلامی تھی اور پورے مغلیہ دور حکومت میں ایک حضرت اورنگ زیب ہی ایسی ذات ہیں کہ ان کی سلطنت کا رقبہ ان کی سلطنت کے حدود جتنے بڑے تھے کسی اور کے اتنے بڑے نہ تھے کیوں کہ حضرت اورنگ زیب کی سلطنت کا رقبہ غیر منقسم ہندوستان یعنی پاکستان اور بنگلہ دیش بھی اس میں شامل تھا اس کے علاوہ تِبّت اور افغانستان پر بھی آپ ہی کی حکومت تھی گویا بیک وقت ۳؍ملکوں کے اکیلے سلطان کا نام اورنگ زیب ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت اورنگ زیب ۱۶۵۸ء میں مسند خلافت پر بیٹھے اور اس کے ۲۰؍سال پہلے سے انگریز بنگال میں بغیر ٹیکس دیئے تجارت کر رہے تھے اور ۱۷۰۷ء میں حضرت اورنگ زیب نے اس دنیا سے وصال فرمایا حاصل یہ کہ آپ کے وصال کے موقع پر ۷۰؍سال انگریزوں کو بغیر ٹیکس ادا کیے تجارت کرتے ہو گئے تھے آپ کے وصال کے بعد مغلیہ سلطنت میں بری طرح سے گھن لگ گئے اور سلطنت زوال پذیر ہوتی چلی گئی کیوں کہ آپ کے بعد جو لوگ بھی مسند حکومت پر بیٹھے اُن میں متقاضی اہلیت نہیں تھی کچھ تو نااہل تھے کہ حکومت کرنا نہیں جانتے تھے اور کچھ عیش وطرب کے دلدادہ تھے تو ان

دوطرح کے لوگوں کا جب حکومت پر قبضہ ہوا حکومت کی گدّی پر جب یہ لوگ بیٹھے تو پھر نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت اورنگ زیب کی وہ وسیع وعریض حکومت سُکڑتی چلی گئی اور ایسی سُکڑی کہ آپ کے وصال کے صرف ۵/سال بعد ۱۷۱۲ء میں مغلیہ حکومت کا رقبہ بہت سمٹ چکا تھا بہت سارے نوابوں نے راجاؤں نے اپنی آزاد عملداری کا اعلان کر دیا تھا اپنی خود مختار حکومت کا اعلان کر دیا تھا اور مرکز دہلی سے اپنے آپ کو کاٹ لیا تھا اب ہر کوئی اپنی الگ حکومت کر رہا تھا دکن میں الگ حکومت رائج تھی مراٹھوں میں الگ حکومت ہورہی تھی، اودھ میں الگ حکومت تھی غرض یہ کہ پورا ہندوستان ٹکڑوں میں بٹ چکا تھا ایسے وقت میں انگریزوں کو بھی ہندوستان میں حکومت کرنے کا حوصلہ پیدا ہوا، انہوں نے دیکھا کہ ان نوابوں، راجاؤں کے پاس بہت بڑی فوج نہیں ہے بہت زیادہ طاقت نہیں ہے بہت زیادہ علاقہ ان کے پاس نہیں ہے لیکن اس کے باوجود یہ لوگ اپنے اپنے خِطّوں میں حکومت کررہے ہیں وہ تو اسی وقت کے انتظار میں تھے اب انہیں یہ وقت مل گیا تھا۔

۱۷۰۷ء تک ان کی ۲/کمپنیاں الگ الگ تجارت کرتی تھیں انہوں نے ۱۷۰۷ء میں اپنے اتفاق سے ایک کمپنی بنالی اور اس کمپنی کا نام ''ایسٹ انڈیا کمپنی'' رکھا اپنے ملازموں، نوکروں کو جنگی تربیت دینا شروع کر دیا اور ساتھ ہی انہوں نے نئے فوجیوں کی بھرتی بھی شروع کر دی یہ بھرتی ملازم کے طور پر ہوتی تھی کہ کمپنی میں کام کرنا ہے لیکن جب وہ کمپنی میں آتے تھے تو انہیں کمپنی کا کام نہیں بلکہ جنگی تربیت دی جاتی تھی جنگی تربیت دینے کے لئے باضابطہ طور سے جرنلوں کو بلا گیا تھا وہ جنگی تربیت دیا کرتے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں عیسائیوں کی کمپنی کی طاقت مضبوط ہوگئی چونکہ ملازموں اور نوکروں کی ایک تعداد تو تھی ہی اس کے ساتھ جو نئی بھرتی کی گئی وہ بھی انہیں میں شامل ہوگئی جب یہ طاقت ان کے پاس اکٹھا ہوگئی تو پھر انہوں نے ۱۷۵۷ء میں بنگال کے نواب ''سراج الدولہ'' پر ایک جھوٹا الزام لگا کر اس کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا۔

عیسائیوں کا ہندوستان کی سرزمین پر یہ پہلا اعلانِ جنگ تھا۔ سراج الدولہ جو کہ اپنی خودمختاری کا اعلان کر چکا تھا وہ بھی میدانِ جنگ میں آیا۔ پلاسی کے میدان میں دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا انگریزوں نے جب اپنی فوج کو دیکھا تو انھیں اپنی فوج کی تعداد نواب سراج الدولہ کی

فوج کی تعداد سے بہت کم نظر آئی اور انہیں ہارنے کا یقین ہو گیا۔ تو اس موقع پر عیسائی اپنی پرانی سرشت مکاری اور عیاری کو بروئے کار لائے اور نواب سراج الدولہ کے وزیر جعفر کو پھوڑا جعفر کی غداری کے بعد اب جو جنگ ہوئی اس میں نواب سراج الدولہ بری طرح سے ناکام ہوا۔ اور بنگال میں عیسائیوں کی حکومت قائم ہو گئی۔

بنگال، ہندوستان میں عیسائیوں کے سیاسی دور کا پہلا پڑاؤ ہے۔ بنگال پر قبضہ کرنے کے بعد ان کی اپنی سیاسی طاقت بن چکی تھی اور مغل سلطان بادشاہ شاہ عالم چوں کہ دہلی اور اس کے آس پاس ہی میں گھرا ہوا تھا اس سے زیادہ آگے بڑھنے کی اس میں طاقت وقوت بھی نہ تھی اس لئے ۱۱۷۹ھ م ۱۷۶۵ء میں انگریز، بادشاہ کے پاس پہنچے اور بادشاہ سے جبراً یہ فرمان جاری کروایا کہ بنگال، بہار، اڑیسہ اور الہ آباد پر کمپنی کی حکومت رہے گی ان علاقوں پر مغلیہ حکومت نہیں رہے گی۔ بنگال اور پھر بہار، اڑیسہ اور الہ آباد پر قبضہ کرنے کے بعد انگریزوں نے اپنی پرانی چال ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' کے پیشِ نظر دوسرے نوابوں اور راجاؤں کے آپس میں پھوٹ ڈالنا شروع کر دیا اِس نواب کو اُس راجہ سے لڑوایا اُس راجہ کو اِس نواب سے لڑوایا جب یہ آپس میں لڑتے ان کی طاقت کمزور ہوتی پھر انگریز مداخلت کرتا کہیں پر قبضہ کرتا کبھی کسی ایک کے ساتھ مل کر دوسری جگہ کو خالی کروا کے نصف نصف پر قبضہ کیا جاتا غرض یہ کہ اسی پالیسی ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' پر عمل کر کے انگریزوں نے ۱۸۵۶ء میں پورے ہندوستان پر قبضہ کر لیا۔ اور پھر ۱۸۵۷ء کا زمانہ آتا ہے۔

۱۸۵۶ء کو یاد رکھئے اور اب ایک دوسرا پہلو آج کی گفتگو کا سماعت کریں ۱۸۵۷ء میں جو ''جنگِ آزادی'' لڑی گئی اس میں اہل سنت والجماعت کے بے شمار علماء نے حصہ لیا اور انگریزوں سے جہاد کیا جب انگریز پورے ہندوستان پر قابض ہو گئے تو انہوں نے ہندوستان میں کچھ ''نئے احکامات'' جاری کئے ان احکامات کو مجاہد آزادی بطلِ حریت استاذ مطلق امام منطق وفلسفہ حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمہ نے اپنی تصنیف لطیف ''الثورۃ الہندیہ'' میں بیان فرمایا ہے یہ کتاب عربی زبان میں ہے اس کا خلاصہ اور ترجمہ سماعت کریں:

جب پورے ہندوستان پر انگریز قابض ہو گئے تو پھر انہوں نے کچھ خاص فرمان جاری

کئے۔وہ خاص فرمان کیا تھے؟

(۱) پہلا فرمان یہ تھا کہ ہندوستان میں اب تک جتنے مدرسے اور جامعات اسلامی تعلیمات کی نشرواشاعت کررہے ہیں جہاں پر اہلسنت والجماعت کے علماء درس وتدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں ان تمام درسگاہوں کو بند کردیا جائے اوراسکولیں قائم کی جائیں جو انگریزی حکومت کے زیرانتظام ہوں گی اوراسکولوں میں بلاتفریق مذہب صرف ایک تعلیم ہوگی جو ہرمذہب کے ماننے والوں کو پڑھنا ہوگا۔تعلیم کیا تھی؟ شروع میں تو دوسرے سبجیکٹ رکھے جاتے لیکن آخرمیں پہنچ کرو ہی عیسائیت کا زہر گھولا جاتا۔تعلیمی لحاظ سے انگریزوں نے یہ اسکیم تیار کی۔

(۲) دوسرا حکم انہوں نے یہ نافذ کیا کہ ہندوستان میں جتنی طرح کی پیداوار،اناج،غلّے ہوتے ہیں اور معدنیات ہیں ان تمام کو کوئی بھی شخص براہ راست بیچ نہیں سکتا ہے بلکہ وہ ہم سے بیچے گا پھر ہم جس طرح چاہیں گے بیچیں گے۔اس سے کیا ہوگا؟ یہ کہ بازار پر ہمارا کنٹرول ہوجائے گا اور بازار پر کنٹرول ہونے کی وجہ سے لوگ بھکمری کے شکار ہوں گے تو پھر ہمارے دروازے پر آئیں گے اورہم جس بھاؤمیں چاہیں گے انھیں دیں گےاس طرح وہ معاشی بدحالی کا شکار ہوں گےاورانسان معاشی بدحالی میں بسااوقات دوسرے کا مذہب قبول کرلیتا ہے۔

(۳) تیسرا فرمان انہوں نے یہ جاری کیا کہ کوئی بھی مسلمان شخص ختنہ نہیں کراسکتا ہے۔

(۴) چوتھا فرمان یہ جاری کیا کہ عورتیں بغیر پردہ باہر نکلیں گی کسی کو بھی نقاب پہننے کی اجازت نہیں ہوگی۔

(۵) چونکہ اس وقت فوج میں مسلمان بھی تھے اور غیر مسلم بھی۔اور بندوق کی گولیوں کے منھ پر چربی لگی ہوتی تھی جسے بندوق چلاتے وقت دانت سے توڑنا پڑتا تھا تواب انگریزوں نے فوجیوں کواپنے مذہب سے مُتَنَفِّر کرنے اورعیسائی بنانے کے لئے **پانچواں فرمان** یہ جاری کیا کہ کچھ گولیوں کے منھ پر خنزیر کی چربی لگائی جائے اور کچھ گولیوں کے منھ پر گائے کی چربی لگائی جائے جو مسلمان فوجی تھے ان کو خنزیر کی چربی والی گولی دی جاتی اور جو غیر مسلم تھے انھیں گائے کی چربی والی گولی دی جاتی۔انگریزوں کی اس سازش سے لوگوں میں بددلی پیدا ہوگئی اور فوج ان کے خلاف کھڑی ہوگئی۔

یہیں سے جنگِ آزادی کا آغاز ہوتا ہے جنگِ آزادی میں ہمارے علماء نے کس کس طرح سے اور کیا کیا حصہ لیا ہے اسے مختصراً سماعت کریں۔اس جنگ آزادی میں جو سب سے بڑا کردار ہمیں نظر آتا ہے وہ بطل حریت علامہ فضل حق خیر آبادی کا نظر آتا ہے۔ یہ علامہ فضل حق خیر آبادی کون ہیں؟ سیدنا عمر فاروق عظم رضی اللہ عنہ کی ۱۹/ویں پشت میں ایران میں ایک بزرگ ہمیں نظر آتے ہیں حضرت شیر الملک، ان کے دو صاحبزادے تھے مولانا بہاؤالدین اور مولانا شمس الدین رَحِمَهُمَا الله یہ دونوں ایک ساتھ ایران سے ہندوستان تشریف لائے ذی علم عالم و فاضل تھے مولانا بہاؤالدین صاحب بدایوں کے مفتی مقرر کئے گئے اور حضرت شمس الدین روہتک کے قاضی اور مفتی مقرر کئے گئے۔

مولانا شمس الدین کی نسل میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی پیدا ہوئے جن کے فرزند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور شاہ عبدالقادر محدث دہلوی وغیرہ ہیں رحمۃ اللہ علیہم اور مولانا بہاؤالدین کے سلسلۂ اخلاف میں چھٹی پُشت میں ایک فرزند ہوئے شیخ ارزانی اور شیخ ارزانی کے صاحبزادے شیخ عمادالدین ہیں شیخ عمادالدین تعلیم حاصل کرنے کے لئے سیتا پور کے علاقے ہرگام گئے اور ہرگام کے قاضئ وقت سے تعلیم حاصل کی۔شیخ عمادالدین کے صاحبزادے شیخ ارشد ہوئے، شیخ ارشد ہرگام سے خیر آباد تشریف لائے اس طرح حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ سلسلۂ نسب عرب سے ایران اور ایران سے بدایوں اور بدایوں سے ہرگام اور ہرگام سے خیر آباد پہنچتا ہے خیر آباد میں شیخ ارشد کے یہاں علامہ فضل امام خیر آبادی پیدا ہوئے، فضل امام خیر آبادی اپنے وقت کے نہایت جلیل القدر عالم دین تھے معقولات اور منقولات دونوں میں ان کا سکّہ چلتا تھا، انہیں منطق وفلسفہ جسے آج کی زبان میں لوجِک کہہ سکتے ہیں میں بڑا کمال حاصل تھا ایک واقعہ سماعت کریں، ایک غیر مسلم شخص تھا اس نے کچھ منطق وفلسفہ سیکھ لیا، مسلمانوں کے پاس بیٹھتا اور انہیں پریشان کرتا، اس کی خبر کسی طرح سے علامہ فضل امام تک پہنچی، علامہ فضل امام خیر آبادی نے اسے بلا کر فرمایا: ہم نے سنا ہے کہ تم نے کچھ منطق وفلسفہ سیکھ لیا ہے؟ کہا: ہاں حضور!۔فرمایا: ہم چاہتے ہیں کہ ہم بھی تمہیں کچھ پڑھادیں۔ بولا: اس سے اچھی بات کیا ہوگی آپ جیسا استاذ مجھے پڑھائے۔ فرمایا: کل سے آجانا، دوسرے دن حضرت فضل امام خیر آبادی نے اسے ایک سبق پڑھایا اور فرمایا: جاؤ، کل آنا۔ جب وہ اگلے دن آیا تو

جو سبق پہلے دن پڑھایا تھا اسی سبق کو علامہ فضل امام نے آج پھر پڑھایا لیکن انداز یہ تھا کہ پہلے دن جو سمجھایا تھا آج وہ سب کا سب غلط، بڑا حیران ہوا کہ کل میں ان سے جو سن کر گیا تھا سمجھا تھا کہ یہی صحیح ہے لیکن آج یہ ہورہا ہے کہ وہ سب کا سب غلط۔ فرمایا: اچھا، کل آنا۔ اگلے دن حضرت نے پھر اسی سبق کو پڑھایا، انداز وہی پچھلے دن جو کچھ پڑھایا تھا آج سب کا سب غلط، اس میں کچھ بھی صحیح نہیں بچتا بہت حیران و پریشان ہوا کہ آخر کیا ماجرا ہے۔ فرمایا: ٹھیک ہے جاؤ، کل آنا۔ چالیس دن اسی طرح گزر گئے کہ ہر اگلا سبق پچھلے کو رد کردیتا چالیسویں دن جب وہ سبق پڑھ کر اٹھا تو پاگل ہوچکا تھا، علامہ فضل امام خیرآبادی نے فرمایا: مسلمانوں کو پریشان کرتا تھا میں نے یہی چاہا تھا، ایسی ذی علم شخصیت کا نام فضل امام خیرآبادی ہے، اور انہیں فضل امام خیرآبادی کے دولت سرائے عالی میں جو بچّہ پیدا ہوا دنیا انہیں ''علامہ فضل حق خیرآبادی'' کے نام سے جانتی ہے۔ کون علامہ فضل حق خیرآبادی؟ وہ جنہوں نے ''جہاد آزادی'' (جنگ، آزادی کہا جاتا ہے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں اسے جنگ آزادی کے بجائے جہاد آزادی کہا جانا چاہئے،) میں بہت ہی نمایاں کردار ادا کیا۔ جو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بتیسویں شہزادے ہیں۔

حاضرین گرامی! یہاں یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ آپ شہزادے، خلیفۂ دوم فاروق اعظم کے ہیں اور جب ہم سیدنا عمر فاروق اعظم کا زمانہ دیکھتے ہیں تو سیدنا عمر فاروق اعظم کے دور خلافت میں اسلامی جہاد سب سے زیادہ عیسائیوں ہی سے ہوا ہے تو یہ والد کا ہی اثر تھا جو اس بتیسویں بیٹے میں ہمیں نظر آرہا ہے، یہ سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی جلالت تھی، ان کی شجاعت و بہادری تھی جو علامہ فضل حق خیرآبادی میں ہمیں نظر آرہی ہے۔

علامہ فضل حق خیرآبادی کی حیات طیّبہ کا مختصر خاکہ بھی دیکھتے چلیے ۱۲۱۲ھ م ۱۷۹۷ء میں آپ کی ولادت ہوئی اور ۱۲۲۵ھ م ۱۸۰۹ء میں صرف ۱۳/سال کی عمر میں آپ تمام علوم متداولہ پڑھ کر عالم فاضل بن چکے تھے، ۴/سال کچھ ماہ کی عمر میں آپ نے قرآن عظیم حفظ فرمالیا تھا، آپ حضرت شیخ دھومن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلۂ چشتیہ میں مرید تھے اور آپ کا دور انگریزی دور تھا ہر جگہ انگریز قابض تھے اس لئے معاشی لحاظ سے بہت زیادہ پریشانیاں اور مشکلات ومصائب سامنے تھے کئی علماء نے انگریزی ملازمت کی مخالفت بھی کی تھی اور بعض نے حالات زمانہ کے

پیشِ نظر اجازت بھی دی تھی علامہ فضل حق خیر آبادی نے بھی ۱۹؍سال کی عمر میں ایسٹ انڈیا کمپنی میں ملازمت اختیار کی ۱۶؍سال تک آپ نے ایسٹ انڈیا میں ملازمت کی اس عرصے میں آپ کا عہدہ تھا ''چیف کچہری''۱۸۳۱ء میں آپ نے کمپنی سے استعفیٰ دیدیا آپ کمپنی کی ملازمت تو کرتے تھے لیکن یہ ملازمت آپ کو پسند نہ تھی کیوں کہ یہ ملازمت انگریزوں کی ملازمت تھی۔

۱۸۳۲ء سے لے کر ۱۸۵۶ء تک علامہ فضل حق خیر آبادی جھجھر، الور، لکھنو اور سہارنپور میں نظر آتے ہیں آخری دور ملازمت آپ کا الور میں گزرا ہے اور اسی زمانے میں انگریزوں نے وہ نئے احکامات جاری کئے تھے جو آپ نے ابھی سماعت کئے ان نئے احکامات کے سامنے آتے ہی جہادِ آزادی اور انگریزوں کی زبان میں بغاوت کی شروعات ہوئی سب سے پہلے ۱۰ مئی ۱۸۵۷ء کو میرٹھ چھاؤنی کے مسلم اور غیر مسلم فوجیوں نے مشترکہ طور پر بغاوت کیا اور میرٹھ میں موجود بہت سارے عیسائیوں کو قتل کیا اور پھر یہ لوگ دہلی پہنچ گئے اور بہادر شاہ ظفر کو اپنا بادشاہ بنالیا جس وقت یہ فوج میرٹھ سے دہلی پہنچی اس زمانے میں علامہ فضل حق خیر آبادی الور میں موجود تھے الور سے آپ کو بلایا گیا اب تک صرف یہ چند فوجی بغاوت پر آمادہ تھے لیکن علامہ فضل حق خیر آبادی جب تشریف لائے اور بادشاہ سے ملاقات کی اور دہلی کی بااثر شخصیت جنرل بخت خاں کے ساتھ مل کر آپ نے لوگوں کو جہاد پر اُبھارا ،جہاد پر ابھارنے کی جو کوشش و کاوش آپ کی رہی وہ کچھ اس طرح سامنے آتی ہے۔

(۱) علامہ فضل حق خیر آبادی نے دہلی کی جامع مسجد میں نماز جمعہ کے بعد سب سے پہلے انگریزوں کے خلاف ایک زبردست تقریر کیا تھا، اور اسی تقریر میں لوگوں کو جہاد پر آمادہ کیا، جہاد کی فرضیت و اہمیت سے روشناس کرایا، اس تقریر سے آپ نے عام مسلمانوں میں جہاد کی خاطر جوش و جذبہ پیدا کر دیا۔

(۲) اس کے ساتھ علامہ فضل حق خیر آبادی نے ایک دوسری کاوش یہ انجام دی کہ اسی روز نماز جمعہ کے بعد ایک استفتاء مرتب کیا تھا ایک سوال نامہ مرتب کیا تھا اور وہ سوال نامہ اس وقت کے اکابر اور جیّد علماء کی خدمت میں پیش کیا گیا اور اس سوال نامے میں یہی تھا کہ انگریز جو ہندوستان پر غاصبانہ قبضہ رکھتا ہے اور اسلامی شعار کو مٹا رہا ہے اسلامی تعلیمات کو بند کر رہا ہے عورتوں کے حجاب

پر پابندی نافذ کردی ہے مسلمانوں کی ختنہ پر پابندی لگادی ہے کیا ایسے وقت میں مسلمانوں پر جہاد فرض ہے یانہیں؟

جب یہ استفتاء پیش ہوااس وقت جتنے اکابر علماء اہل سنت والجماعت جامع مسجد دہلی میں موجود تھے ان سب نے فتویٰ دیا کہ: آج کی حالت ایسی ہے کہ شریعت مطہرہ کی روشنی میں مسلمانوں پر انگریزوں سے جہاد کرنا فرض ہے۔ یہ فتویٔ جہاد جاری کرنے والے مندرجہ ذیل ۳۳/علماء ومفتیانِ اہل سنت تھے۔

(۱) محمد نذیر حسین صاحب (۲) رحمت اللہ صاحب (۳) مفتی صدرالدین آزردہ صاحب (۴) مفتی اکرام الدین صاحب (۵) محمد میر خاں صاحب (۶) مولانا عبدالقادر صاحب (۷) احمد سعید احمدی صاحب (۸) محمد ضیاء الدین صاحب (۹) محمد عبدالکریم صاحب (۱۰) سکندر علی صاحب (۱۱) محمد کریم اللہ صاحب (۱۲) مولوی محمد سرفراز صاحب (۱۳) سید محبوب علی جعفری صاحب (۱۴) محمد حامی الدین صاحب (۱۵) سید احمد علی صاحب (۱۶) الٰہی بخش صاحب (۱۷) محمد انصار علی صاحب (۱۸) مولوی سعید الدین صاحب (۱۹) حفیظ اللہ خان صاحب (۲۰) محمد نورالحق صاحب (۲۱) حیدر علی صاحب (۲۲) یوسف الرحمٰن صاحب (۲۳) مولوی فریدالدین صاحب (۲۴) سید عبدالحمید صاحب (۲۵) محمد ہاشم صاحب (۲۶) محمد امداد علی صاحب (۲۷) محمد مصطفیٰ خان صاحب (۲۸) محمد امداد علی صاحب (۲۹) مفتی محمد رحمت علی صاحب مفتی عدالت عالیہ (۳۰) سید محمد صاحب (۳۱) محمد علی حسینی صاحب قاضی القضاۃ (۳۱) مولوی عبدالغنی صاحب (۳۲) مولوی محمد علی صاحب (۳۳) ایک اور عالم دین جن کا نام غالباً عبدالغنی صاحب ہے علیہم الرحمۃ والرضوان۔ (فضل حق خیر آبادی، ص: ۳۶۳)

یہاں یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ جب پورے ملک پر انگریز قابض تھے صنعت وتجارت سے لیکر تعلیم تک ان کے قبضہ میں تھی، لوگوں کو طرح طرح سے ستایا جارہا تھا تو ایسی کنڈیشن میں آغاز کرنا انتہائی اہم ہوتا ہے، چاہ تو ہر کوئی رہا تھا، ہر کسی کی چاہت یہی تھی کہ انگریزوں کو ۷/سمندر پار واپس بھیج دیا جائے ان سے اپنے ملک کو آزاد کرالیا جائے لیکن معاملہ یہ تھا شروعات کون کرے؟ تو شروعات میرٹھ کے ان چند فوجیوں کی تھی لیکن وہ صرف فوجی تھے ان کے ساتھ دوسرے لوگ شامل نہیں ہوئے

تھے لیکن علامہ فضل حق خیرآبادی نے جب یہ استفتاء علما کی خدمت میں پیش کیا اور اس پر مندرجہ بالا ۳۳؍ علماء نے اپنے تائیدی دستخط ثبت کئے اور پھر یہ فتویٰ دہلی کے اخبار ’’الظفر اردو‘‘ میں شائع ہوا اور اس کے بعد والے شمارے میں خود علامہ فضل حق خیرآبادی نے اپنا ایک فتویٰ جہاد سے متعلق لکھ کر اسے بھی اخبار ’’الظفر‘‘ میں شائع کروایا، ان دونوں فتوؤں کے شائع ہونے کے بعد مورخین کہتے ہیں کہ: ان دو فتوؤں کے سامنے آنے کے بعد عام لوگوں میں شورش بہت زیادہ بڑھ چکی تھی اور نتیجۃً تھوڑے ہی دنوں میں ۹۰؍ ہزار عام مجاہدین بہادر شاہ ظفر کے جھنڈے تلے جمع ہو چکے تھے، یہ ۹۰؍ ہزار مجاہدین جو جمع ہوئے یہ فوجی نہیں تھے فوج کے علاوہ شہری اور دیہاتی لوگ تھے یہ سب علامہ فضل حق خیرآبادی اور ان ۳۳؍ علماء کے فتوؤں پر جمع ہونے والے تھے، اس لئے بجا طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ باضابطہ طور سے جہاد آزادی کی شروعات اہل سنت والجماعت کے ہمارے ان علماء نے کیا ہے اور ان سے فتویٰ لینے کا کام چونکہ علامہ فضل حق خیرآبادی نے کیا ہے اس لئے ہم یہ کہتے ہیں کہ مجاہدین جنگ آزادی کے ’’امیر کارواں‘‘ اور ’’سرخیل‘‘ علامہ فضل حق خیرآبادی ہیں۔

اس فوج کی کچھ مقامات پر انگریزوں سے جھڑپیں بھی ہوئیں، لیکن اس موقع پر بھی انگریزوں نے وہی پرانی سازش رچی کہ نوابوں اور حکومت کے لوگوں کو پھوڑنا شروع کیا جہاد آزادی کو ناکام بنانے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ علامہ یہ چاہتے تھے کہ بہادر شاہ ظفر خود نکل کر میدان جنگ میں آئیں کیونکہ جب لوگ بہادر شاہ ظفر کو دیکھیں گے تو ان میں ایک نیا جذبہ، نیا ولولہ، نیا جوش پیدا ہوگا اور پھر ہم منٹوں میں انگریزوں کا صفایا کر سکتے ہیں لیکن بہادر شاہ ظفر کی بیوی اور ان کا سالہ حکیم احسن اللہ خاں ان دونوں نے انگریزوں سے ساز باز کر رکھا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہادر شاہ ظفر میدان جنگ میں نہ آئے اور دوسرا برا کام یہ ہوا کہ بہادر شاہ ظفر نے علامہ کے مشورے کے برخلاف اپنے خاندان کے نااہل شہزادوں کو لشکر پر سردار متعین کر دیا آپ سوچ سکتے ہیں کہ جب کمان سنبھالنے والا خود ہی نااہل ہوگا تو وہ لشکر کو کہاں لیجائے گا یہی حال ان نااہل شہزادوں نے کیا اور یہ ساری سازشیں انگریزوں نے بہادر شاہ ظفر کے سالے احسن اللہ خاں اور ان کی بیوی کے ذریعے سے کروائیں اس طرح سے یہ جہاد آزادی جو علامہ اور دیگر علماء نے لڑا وہ ناکام ہوا لیکن یہ علماء ہارے نہیں۔

(۳) علامہ نے مجاہدین تک سامان رسد، کھانے پینے کے سامان اور دیگر اوزار و اسلحہ پہنچانے کا خود انتظام کیا۔ لال قلعے میں ایک خاص میٹنگ ہوئی اور اس خاص میٹنگ میں علامہ نے بہت ساری باتیں پیش کیں کہ ان باتوں پر عمل ہونا چاہیے ان تجاویز کے ذریعے بہت سارے مجاہدین کی نصرت وحمایت بھی کی گئی۔ اس کے بعد پھر

(۴) مئی جون ۱۸۵۷ء میں جب بہادر شاہ ظفر کی حکومت کے آثار نظر آنے لگے چونکہ یہ وقت ایسا تھا کہ مجاہدین دم بدم آگے بڑھتے ہی جا رہے تھے جس سے یہ سماں بندھ چکا تھا کہ اب ہمارے گئے ہوئے دن واپس لوٹ آئیں گے، تو پھر یہ سوال اٹھا کہ اب اگر ہمارے دن پلٹ کر آتے ہیں تو ہمیں کس دستور کے تحت کس آئین کے تحت کس قانون کے تحت حکومت کو باقی رکھنا ہوگا اس پر علامہ نے بہادر شاہ ظفر سے مشورہ کیا تو بہادر شاہ ظفر نے کہا: اس دستورر کو آپ ہی بنائیں۔ لہٰذا علامہ نے متوقع حکومت کا دستور بھی مرتّب کیا۔

مگر وائے رے محرومی قسمت ۱۹ر ستمبر ۱۸۵۷ء کو دہلی پر انگریزوں نے مکمل طور سے قبضہ کرلیا اس کے پہلے تک تو دہلی پر مغل شہزادوں کی حکومت تھی اگرچہ برائے نام ہی سہی لیکن اب جو انہوں نے قبضہ کیا تھا تو اب مکمل طور سے اپنا راستہ صاف کرلیا تھا۔ لہٰذا، ۱۹ر ستمبر سے ۲۴ر ستمبر تک علامہ فضل حق خیرآبادی اپنے بیوی بچوں کے ساتھ اپنے گھر دہلی میں نظر بند رہے، ۲۴ر ستمبر کے بعد علامہ فضل حق خیرآبادی دہلی سے روانہ ہوئے اور کس حال میں روانہ ہوئے؟ آپ سوچیں کہ جو حضرت فضل امام خیرآبادی کا بیٹا ہو، ہزاروں علما کا استاذ ہو، اسے علم وفن سے کیسا لگاؤ رہا ہوگا، کتابوں سے کیسی محبت رہی ہوگی، کیسا عشق رہا ہوگا مگر یہ ہنگامہ ایسا تھا کہ علامہ فضل حق خیرآبادی ''الثورۃ الہندیہ'' میں خود لکھتے ہیں کہ: میں اپنے قیمتی اور نایاب کتب خانے کو دہلی چھوڑ کر کسی طرح بچتا بچاتا اپنے وطن کو روانہ ہوا۔ دہلی سے خیرآباد کوئی بہت دور نہیں ہے مگر حالات ایسے تھے مشکلات ومصائب اتنی تھیں کہ ۲ر مہینے کے بعد رام پور اور علی گڑھ ہوتے ہوئے دسمبر کے درمیانی عرصے میں علامہ فضل حق خیرآبادی اپنے وطن خیرآباد پہنچے ہیں۔

علامہ ہی کی طرح دوسرے بہت سارے علماء نے جہاد آزادی میں قائدانہ کردار ادا کیا ہے۔

مولانا شاہ احمد اللہ مدراسی رحمۃ اللہ علیہ کو ہی دیکھ لیں آپ عالم ہی نہیں شیخ طریقت بھی تھے آپ کے ہزاروں مریدین تھے آپ نے اپنے بے شمار مریدوں کو اکٹھا کیا سب کو فوجی تربیت دی انگریزوں کے خلاف جہاد کیا، جہاد کرتے ہوئے لکھنو تک پہنچ گئے آدھے لکھنو پر قبضہ بھی کرلیا تھا لیکن یہاں پھر وہی معاملہ آیا کہ ایک نااہل شخص جو کہ انگریزوں کے ساتھ مل چکا تھا اس کی وجہ سے مولانا شاہ احمد اللہ مدراسی کو آدھے مقبوضہ لکھنؤ سے ہاتھ دھونا پڑا اور آپ شہید ہو گئے۔ (علامہ فضل حق خیر آبادی حیات وخدمات، ص ۲۳۰، ۲۳۱)

اسی طرح مولانا لیاقت علی صاحب الٰہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی دیکھیں آپ بھی عالم و شیخ طریقت تھے آپ کے بھی ہزاروں مریدین تھے آپ نے بھی اپنے مریدین کو جہاد کے لئے آمادہ کیا اور خود بھی ان کے ساتھ مل کر جہاد آزادی میں حصہ لیا نتیجہ یہ ہوا کہ بعد میں علامہ لیاقت علی الٰہ آبادی کو بھی گرفتار کیا گیا اور آپ کو بھی جزیرہ انڈمان بھیج دیا گیا جسے ''کالا پانی'' بھی کہا جاتا ہے وہیں پر مولانا لیاقت علی صاحب الٰہ آبادی کی قبر آج بھی موجود ہے۔ (علامہ فضل حق خیر آبادی حیات وخدمات، ص ۲۳۴، ۲۳۵)

ایسے ہی مفتی عنایت احمد صاحب کاکوروی رحمۃ اللہ علیہ ہیں یہ بھی اہل سنت والجماعت کے جلیل القدر عالم دین گزرے ہیں آپ نے اپنے قیامِ بریلی کے دوران انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا تھا، وہی فتویٰ بغاوت سرد ہونے کے بعد جب انگریزوں تک پہنچا تھا تو انگریزوں نے آپ کو بھی گرفتار کرلیا اور کالا پانی کی سزا دی۔ (علامہ فضل حق خیر آبادی حیات وخدمات، ص ۲۳۲، ۲۳۳)

اسی طرح مفتی کفایت علی کافی مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ ہیں انہوں نے بھی انگریزوں کے خلاف جہاد آزادی میں حصہ لیا تھا اور ان کو بھی انگریزوں نے پھانسی کی سزا دی تھی۔

جہادِ آزادی کے قائدین علماء میں سے یہ چند کا مختصر تعارف ہے نام تو بہت سارے ہیں مگر وقت اجازت نہیں دیتا بس ایک آخری نام میں پیش کردوں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دادا مفتی رضا علی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی جہاد آزادی میں بھرپور حصہ لیا ہے آپ بریلی میں بیٹھ کر مجاہدین کو گھوڑے، اوزار و ہتھیار بھیجا کرتے تھے ساتھ ہی کھانے پینے کے سامان بھی بھیجا کرتے تھے اور یہ ساری چیزیں انگریزوں سے چھپا کر بھیجی جاتی تھیں ورنہ انگریز ان پر غاصبانہ قبضہ کرسکتا تھا۔ (''العاقب'' کا مولانا فضل حق خیر آبادی و جنگ آزادی نمبر ص: ۴۹۴)

مگر نتیجہ یہ ہوا کہ غداروں کی وجہ سے یہ جہادِ آزادی ظاہراً کامیاب نہ ہوسکا اور ہمارے ان اجلّہ اکابر علماء کو طرح طرح کی سزائیں دی گئیں تاریخ کہتی ہے کہ انگریزوں کے مکمل تسلط کے بعد جب گلیوں کو دیکھا جاتا تو گلیوں میں لاشیں پڑی ہوئی نظر آتیں، درختوں کو دیکھا جاتا تو اس پر لاشیں لٹکتی ہوئی نظر آتیں۔غرض یہ کہ ظلم وستم کا کوئی ایسا شعبہ نہ تھا جسے انگریزوں نے چھوڑ دیا ہو اور یہ سارے ظلم وستم سب سے زیادہ مسلمانوں پر ڈھائے گئے تھے کیوں کہ اُنہیں سب سے زیادہ خدشہ اور ڈر مسلمانوں ہی سے تھا کہ ہماری حکومت کی بساط اگر کوئی پلٹ سکتا ہے تو وہ مسلمان ہے اس لئے انہوں نے سب سے زیادہ ظلم وستم مسلمانوں پر ڈھائے تھے۔

حاضرین گرامی! ہم پھر سرخیلِ مجاہدینِ آزادی علامہ خیرآبادی کی طرف چلتے ہیں، خیرآباد میں علامہ فضل حق خیرآبادی کو گرفتار کرکے آپ پر مقدمہ چلایا گیا انگریز جج نے آپ کو بھی جزیرہ انڈمان بھیجنے کا حکم سنایا آپ کے اسیری کے دن کیسے تھے؟ چند جملے علامہ فضل حق خیرآبادی کی زبانی سنئے ''الثورۃ الھندیہ'' میں مجاہدین پر ہونے والے ظلم وستم کی لمبی چوڑی داستان سنانے کے بعد کہتے ہیں:

''اب میرا ماجرا سنئے عیسائیوں نے مکر وفریب سے جب مجھے قید کرلیا تو ایک قید خانے سے دوسرے قید خانے میں لیجاتے رہے ایک سخت زمین سے دسری سخت زمین میں منتقل کرتے رہے مصیبت پر مصیبت ڈھاتے رہے اور غم پر غم ڈھاتے رہے (کیسے غم؟ انتہا یہ کردی کہ) میرا جوتا اور لباس تک اتار لیا گیا اور اس کی جگہ مجھے موٹا کپڑا پہننے کے لئے دیا گیا (جب کہ ایک وقت وہ تھا کہ علامہ فضل حق خیرآبادی ہاتھی کی پالکی پر آمدورفت کیا کرتے تھے لیکن آج آپ پر مصیبتوں کے ایسے پہاڑ ڈھائے گئے کہ، کہتے ہیں:) ایک شخص ہے جو بہت ہی ظالم وجابر ہے وہ طرح طرح کے سختی ومشقت کے کام بھی ہم سے کرواتا ہے انتہائی غلیظ کام بھی کرواتا ہے...... میرا بدن زخموں سے چھلنی بن چکا ہے روح کو تحلیل کردینے والے درد وتکلیف کے ساتھ زخموں میں اضافہ ہوتا رہتا ہے وہ وقت دور نہیں جب یہ پھنسیاں مجھے ہلاکت کے قریب پہنچادیں...... ایک زمانہ وہ بھی تھا جب عیش ومسرت، راحت وعافیت میں زندگی بسر ہوتی تھی اب محبوس وقریبِ ہلاکت ہوں ایک زمانہ وہ بھی تھا کہ میں محسودِ خلائق، غنی تھا اور صحیح وسالم تھا اور اب اپاہج وزخمی ہوں بڑی سخت مصیبتیں اور

صعوبتیں جھیلنا پڑ رہی ہیں ٹوٹی ہوئی ہڈیاں جس طرح لکڑی اور پٹی کا بوجھ اٹھاتی ہیں اسی طرح ہم بھی نا قابل برداشت تکلیفیں اٹھا رہے ہیں'' (الثورۃ الہندیہ، ص ۷۷ تا ۸۱)

ان تمام مصیبتوں کو گنانے کے بعد اب علامہ فضل حق خیر آبادی کا ایک دوسرا رُخ دیکھئے ایک دوسرا انداز دیکھے، فرماتے ہیں:

''ان تمام مصائب کے باوجود میں اللہ کے فضل واحسان کا شکر گزار ہوں کیوں کہ اپنی آنکھوں سے دوسرے قیدیوں کو بیمار ہوتے ہوئے بھی بیڑیاں پہنے ہوئے زنجیروں میں کھنچے جاتے ہوئے دیکھتا ہوں ۔انہیں لوہے کی بیڑیوں اور زنجیروں میں ایک سخت، تیز اور غلیظ انسان کھینچتا ہے اور کینہ وعداوت کا پورا مظاہرہ کرتا ہے تکلیفوں پر تکلیفیں پہنچاتا ہے بھوکے پیاسے پر بھی رحم نہیں کھاتا ہے۔خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے اِن آفات وتکالیف سے محفوظ رکھا۔میرے دشمن میری تکلیف رسانی میں کوشاں رہتے ہیں میری ہلاکت کے درپے رہتے ہیں میرے دوست میرے مرض کے مداوا سے لاچار ہیں دشمنوں کے دل میں میری طرف سے بغض وکینہ مذہبی عقائد کی طرح راسخ ہو چکا تھا......ظاہر اسباب پر نظر کرتے ہوئے میں اپنی نجات سے مایوس اور اپنی امیدوں کو ختم پاتا ہوں'' (مرجع سابق، ص ۸۱)

کس پر؟ ظاہر اسباب پر بھروسہ کرتے ہوئے لیکن اس کے بعد والا جملہ سنئے:

''لیکن اپنے رب عزیز ورحیم، رؤف وکریم کی رحمت سے ناامید نہیں ہوں وہی تو جابر فرعونوں سے عاجز ضعیفوں کو نجات دلاتا ہے، وہی تو زخمی مظلوموں کے زخموں کو اپنے رحم وکرم کے مرہم سے بھر دیتا ہے وہ ہر سرکش کے لئے جبّار وقہار ہے، ہر ٹوٹے ہوئے دل کا جوڑنے والا ہے، ہر نقصان رسیدہ فقیر کو کامیاب بنانے والا ہے، اسی نے حضرت نوح کو ڈوبنے سے بچایا، اسی نے حضرت ابراہیم کو آگ کی تپش اور حرارت سے بچایا، اسی نے حضرت ایوب کو صبر عطا فرمایا اور مرض ومصیبت سے نجات دیا، اسی نے حضرت یونس کو مچھلی کے پیٹ میں زندہ وسلامت رکھا، اسی نے بنی اسرائیل کو تباہی وبربادی سے نجات دی، اسی نے حضرت موسیٰ وحضرت ہارون کو ہامان وفرعون وقارون اور حضرت عیسیٰ کو مکر ماکرین اور اپنے حبیب علیہ السلام کو کفار کے دجل وفریب پر غالب کیا ......پھر اگر مجھے مشقتوں، مصیبتوں، حوادثات اور گناہوں نے گھیر لیا ہے تو اس کی رحمت وفضل سے

میں کیوں مایوس ہوں؟......وہی میرا رب شافی وکافی ہے، میرے گناہوں پر پردہ ڈالنے والا ہے ،میرے گناہوں کو معاف فرمانے والا ہے، بہت بیمار ایسے ہیں جو موت کے دہانے پر پہنچ جاتے ہیں لیکن وہ انہیں شفا دیدیتا ہے، بہت سارے خطا کار ایسے ہیں جب توبہ کرتے ہیں وہ انہیں معاف کردیتا ہے، بہت سارے دردمند دل جب اس کو مصیبتوں میں پکارتے ہیں تو وہ انہیں نجات دیدیتا ہے، بہت سارے قیدی ایسے ہوتے ہیں جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوتے ہیں اور وہ کرم فرماتا ہے بغیر فدیہ دیئے وہ آزاد ہوجاتے ہیں''(مرجع سابق،ص۸۱تا۸۳)

اب ایک آخری جملہ علامہ فضل حق خیرآبادی کا آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں اسے سماعت کریں، کہتے ہے:

''میں بھی مظلوم ودل شکستہ اور مضطر اور مسکین اور ذلیل اور محتاج بن کر اسی خدائے برتر کو پکارتا ہوں (لیکن کیسے پکارتا ہوں) اس کے حبیب علیہ السلام کو''وسیلہ'' بنا کر پکارتا ہوں،اور اس کی رحمت سے امیدیں لگائے ہوئے ہوں''

غرض یہ ساری داستان جو علامہ فضل حق خیرآبادی نے بیان فرمایا یہ تصویر کا ایک رُخ آپ نے دیکھا ہے کہ ہمارے علماء نے انگریزوں کے خلاف کیسے کیسے کارنامے انجام دئے ہیں انہیں بھگانے کے لئے کتنی ساری کوششیں اور کاوشیں کی ہیں......اب تصویر کا دوسرا رُخ بھی دیکھئے اور وہ بھی دیکھنے کے قابل ہے اس لئے کہ اگر انسان کسی چیز کا ایک ہی رُخ دیکھے تو اس کا دیکھنا مکمل نہیں ہوتا ہے دونوں رُخ دیکھنا ہمیں ضروری ہوتا ہے ،وہ دوسرا رُخ کیا ہے؟ جب انگریزوں نے ہندوستان پر قبضہ کرلیا اس وقت ایک انگریز سالار تھا لارڈ میکالے،اس نے ایک بات کہی تھی، کہ:

''ہمیں ایک ایسی جماعت بنانی چاہئے جو ہم میں اور ہماری کروڑوں رعایا کے درمیان مترجم ہو(ہماری باتیں ان تک پہنچانے والی ہو اور یہ جماعت کیسی ہونی چاہئے اس کو خاص طور سے سنیں،وہ کہتا ہے) یہ ایسی جماعت ہونی چاہئے جو خون اور رنگ کے اعتبار سے تو ہندوستانی ہو مگر مذاق اور رائے،زبان اور سمجھ کے اعتبار سے انگریز ہو''(سوانح علامہ خیرآبادی مصنفہ مولانا عبدالشاہد خان شیروانی،ص ۲۴۵)

آپ نے جنگ آزادی میں علماء اہل سنت کا کردار تو دیکھ لیا کہ یہ لوگ انگریزوں کے

خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور جہاد میں نمایاں کردار اَدا کیا۔ اب ذرا یہ دیکھئے کہ انگریزوں نے جو جماعت بنائی اس میں کون لوگ شامل ہوئے اور اُنہوں نے کیا گُل کھلائے، یہ تاریخ کی کتاب ہے جس کا نام ہے ''تواریخ عجیبہ'' اور اس کا دوسرا نام ہے ''سوانحِ احمدی'' اس کو لکھنے والے ہیں ''منشی جعفر تھانیسری'' یہ کتاب اصل میں سید احمد رائے بریلوی کی سوانح ہے، ان کی سوانح اس میں بیان کی گئی ہے، تھانیسری صاحب لکھتے ہے کہ:

''ایام طفولیت (بچپن کے دنوں) سے ہی آپ (سید احمد رائے بریلوی) کی طبیعت اور جبلت میں شوق وذوق اعلائے کلمۃ اللہ وانطفائے نائرہ کفر وبدعت کا بھرا ہوا تھا'' (تواریخ عجیبہ، ص۴۵)

سید احمد رائے بریلوی صاحب کو کس چیز کا شوق تھا؟ حق کی بات بلند کرنا اور خود ساختہ کفر وبدعت کی بات مٹانا یہ چیز اُن میں بھری ہوئی تھی۔

''اس واسطے ہر گھڑی اور ہر ساعت جہاد اور قتالِ کفار کا ارادہ کرتے رہتے تھے (ہمیشہ یہ ارادہ ہوتا تھا کہ مجھے کافروں سے جہاد کرنا ہے) اور سرکار انگریزی گو کافر تھی مگر اس کی مسلمان رعایا کی آزادی اور سرکار انگریزی کی بے رو ریائی اور بوجہ موجودگی ان حالات کے ہماری شریعت کے شرائط سرکار انگریزی سے جہاد کرنے کو مانع تھی اس واسطے آپ کو منظور ہوا کہ اقوام سکھ، پنجاب پر جو نہایت ظالم اور احکام شریعت کی حارج اور مانع تھے جہاد کیا جائے'' (تواریخ عجیبہ، ص۴۵)

حاضرین محترم! سکھوں سے تو جہاد کیا جائے لیکن انگریزوں سے نہ کیا جائے یہ بات سید احمد رائے بریلوی کی ہے...... اب ایک دوسرے صاحب کو بھی دیکھئے یہ ہیں ''اسمٰعیل دہلوی صاحب'' اسی تواریخ عجیبہ، سوانحِ احمدی میں منشی جعفر تھانیسری لکھتے ہیں

''اثنائے قیام کلکتہ میں (جب اسمٰعیل دہلوی کلکتہ میں موجود تھے اس زمانے میں) ایک روز مولانا اسمٰعیل شہید وعظ فرما رہے تھے، ایک شخص نے مولانا سے یہ فتویٰ پوچھا کہ سرکار انگریزی پر جہاد کرنا درست ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا: ایسی بے رو ریا اور غیر متعصب سرکار پر کسی بھی طرح جہاد کرنا درست نہیں ہے'' (تواریخ عجیبہ، ص۵۷)

اب آپ اہل سنت والجماعت کے پورے گروہ کو دیکھئے جو علامہ فضل حق کی قیادت میں

انگریزوں کے خلاف جہاد کررہا ہے اور دوسری جانب یہ دو شخص انگریزوں کی حمایت کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں ان کا خیال ہے کہ انگریز نے تعصب کا کوئی کام ہی نہ کیا۔ ارے بھئی اگر بقول تمہارے تعصب کا کام نہیں کیا تو نقاب پر پابندی لگادی گئی، یہ تعصب نہیں ہے؟ مدرسوں کو بند کردیا۔ معیشت پر غاصبانہ قبضہ کرلیا۔ کیا یہ کھلا ہوا تعصب نہیں ہے؟ ان چیزوں کو کھلی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود بھی انگریزوں کی حمایت اور طرفداری میں ان لوگون نے کیا کہا کہ ''ان سے جہاد کرنا جائز نہیں ہے''

سید احمد رائے بریلوی اور اسمٰعیل دہلوی کے بعد ایک تیسرے صاحب کو بھی دیکھئے۔ یہ ہیں دیوبندیوں کے قطب مولوی ''رشید احمد گنگوہی'' صاحب ان کے بارے میں ان کے سوانح نگار عاشق علی میرٹھی لکھتے ہیں، پہلے بہادر شاہ ظفر کے حوالے سے گفتگو کرتے ہیں کہ جب بہادر شاہ ظفر انتہائی کسمپرسی کے عالم میں تھے کوئی ان کا پرسان حال نہ تھا رعایا تباہ و برباد ہو رہی تھی اسی تذکرے میں وہ لکھتے ہے کہ

''جن کے سروں پر موت کھیل رہی تھی انہوں نے (ایسٹ انڈیا) کمپنی کے امن وعافیت کا زمانہ، قدر کی نظر سے نہ دیکھا''

کون سی امن وعافیت؟ اسلامی مدارس ختم کردئے جائیں ......کون سی امن و عافیت؟ ختنہ پر پابندی لگادی جائے ......کون سی امن وعافیت؟ نقاب پر پابندی لگادی جائے ......ان تمام اسلامی شعائر پر پابندی لگادی جائے ...... مسلمانوں کو خنزیر کی چربی چکھنے پر مجبور کیا جائے ......ان سب کے باوجود لکھتے ہیں کہ

''کمپنی کے امن وعافیت کا زمانہ، قدر کی نظر سے نہ دیکھا اور اپنی رحم دل گورنمنٹ (انگریزی حکومت) کے سامنے بغاوت کا عَلَم قائم کیا'' (تذکرۃ الرشید ج ۲، ص ۷۳)

یہ ہیں دیوبندیوں کے قطب رشید احمد گنگوہی صاحب جو علامہ فضل حق خیرآبادی اور ان کے پورے ساتھیوں کے برخلاف انگریزوں کی حمایت میں آواز اٹھا رہے ہیں۔ اور مذکورہ علمائے اہل سنت کے ''جہادِ آزادی'' کو انگریزوں کے خلاف ''بغاوت'' کا نام دے رہے ہیں

اب ذرا وہابیوں دیوبندیوں کے ''قاسم العلوم والخیرات'' جناب قاسم نانوتوی صاحب کا

حال بھی سن لیجئے، یہی عاشق الٰہی ''تذکرۃ الرشید'' میں لکھتے ہیں کہ:

''جب بغاوت وفساد کا قصہ فرو ہوا (بغاوت ختم ہوئی) اور رحم دل گورنمنٹ نے دوبارہ غلبہ پاکر باغیوں کی سرکوبی شروع کی (تو کسی نے مخبری کرکے) ان گوشہ نشین حضرات (رشید احمد گنگوہی صاحب اور قاسم نانوتوی صاحب) پر بھی بغاوت کا الزام لگادیا'' (مرجع سابق، ص ۷۶)

کہ یہ دونوں لوگ بھی جہادِ آزادی میں شامل تھے، اور انگریزوں کے خلاف ان لوگوں نے بھی کام کیا تھا تو ان کی تلاش وجستجو جاری ہوئی اور پھر رشید احمد گنگوہی پکڑے بھی گئے تو پھر انہوں نے انگریز جج کے سامنے یہ کہا کہ

''ہمارا کام فساد نہیں، نہ ہم مفسدوں (یعنی فساد کرنے والوں) کے ساتھی'' (مرجع سابق، ص ۸۵)

فساد کرنے والے کون؟ ان کی نظر میں علامہ فضل حق خیرآبادی اور ان کے ساتھی۔ ان کے تذکرہ نگار لکھتے ہے

''یہ حضرات (رشید احمد گنگوہی اور قاسم نانوتوی) حقیقتاً بے گناہ تھے مگر دشمنوں کی یاوہ گوئی نے ان کو باغی ومفسد اور مجرم وسرکاری خطاوار ٹھہرا رکھا تھا اور جیسا کہ آپ حضرات اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے تازیست (پوری عمر، مرتے دم تک انگریزوں کے) خیر خواہ ہی ثابت رہے'' (مرجع سابق، ص ۷۷)

سامعین محترم! آپ نے سب سے پہلے سید احمد رائے بریلوی صاحب کو دیکھا تواریخ عجیبہ کے حوالے سے۔ پھر تواریخ عجیبہ ہی کے حوالے سے اسمٰعیل دہلوی صاحب کو دیکھا اور تذکرۃ الرشید کے حوالے سے رشید احمد گنگوہی صاحب کو بھی سن لیا اور قاسم نانوتوی صاحب کو بھی سن لیا۔

اخیر میں دو لوگوں کو اور دیکھ لیجئے وہ لوگ کون ہیں؟ یہ ہے کتاب ''مکالمۃ الصدرین'' طاہر احمد قاسمی دیوبندی کی کتاب ہے اس میں طاہر احمد قاسمی لکھتا ہے کہ

''مولانا اشرف علی تھانوی ہمارے اور آپ کے مسلم بزرگ اور پیشوا تھے ان کے متعلق یہ لوگوں کو کہتے ہوئے سنا کہ ان کو ۶۰۰ رسو روپئے ماہ وار (انگریز) حکومت کی جانب سے ملا کرتا تھا''

یہ کون لکھ رہا ہے؟ کسی سُنّی نے نہیں لکھا ہے دیوبند کے فارغ مولانا طاہر قاسمی دیوبندی

صاحب نے ''مکالمۃ الصدرین'' صفحہ ۱۰،۱۱ میں لکھا ہے جس کا جی چاہے وہاں دیکھ سکتا ہے۔

اب دوسرے صاحب کو دیکھ لیجئے اسی ''مکالمۃ الصدرین'' کے حوالے سے۔ طاہر احمد قاسمی صاحب لکھتے ہے کہ

''مولانا حفظ الرحمان سیوہاری ناظم اعلیٰ جمعیۃ العلماء ہند نے کہا (کسی معمولی آدمی نے نہیں کہا) الیاس صاحب کی تبلیغی تحریک کو ابتداء (انگریز) حکومت کی جانب سے بذریعہ حاجی رشید احمد (گنگوہی) صاحب کچھ روپیہ ملتا تھا پھر بعد میں بند ہو گیا'' (مکالمۃ الصدرین، ص۸)

حاضرین گرامی! یہ وہی مولوی الیاس کاندھلوی صاحب ہیں جنہوں نے ''تبلیغی جماعت'' قائم کیا تھا۔

تو کتنے نام آپ نے دیکھ لیے سید احمد رائے بریلوی، اسمٰعیل دہلوی، رشید احمد گنگوہی، قاسم نانوتوی، اشرف علی تھانوی، اور الیاس کاندھلوی ان ناموں کو آپ نے دیکھ لیا اب میں ایک سوال آپ سے کرتا ہوں۔ آپ بتائیے یہ سارے لوگ جن کے نام آپ نے سنا یہ انگریزوں کے دوست تھے یا دشمن؟...... فیصلہ آپ کا ہونا چاہئے میں نے تو آپ کی عدالت میں رکھ دیا ہے۔

(مجمع کی آواز) انگریزوں کے دوست تھے۔

دوستو اور بزرگو! اور آج ہم یوم جنگ آزادی منانے کے لئے یہاں موجود ہوئے ہیں اور جنگ آزادی میں کیا چیز سنائی جا رہی ہے کہ ہم انگریزوں کو اپنا دشمن مان رہے ہیں ہندوستان ہمارا وطن ہے اس لحاظ سے یہ سارے لوگ ہمارے دوست ہو سکتے ہیں؟ نہیں ہو سکتے ہیں کیوں کہ یہ انگریزوں کے دوست ہیں اور جو انگریزوں کا دوست ہے وہ ہمارا دشمن ہے۔

لیکن کوئی یہ سوال کر سکتا ہے چلئے بھئی ٹھیک ہے یہ آپ کے دوست نہیں ہو سکتے، ہم نے تسلیم کر لیا لیکن آج کیا معاملہ ہے آج تو کوئی بھی انگریزوں سے ملا ہوا نہیں ہے؟

تو ہم یہ کہتے ہیں جناب! یہ سارے انگریزوں کے دوست تھے۔ آپ نے مان لیا اب ایک بات ہم یہ پوچھتے ہیں کہ آج ایسے کون لوگ ہیں جو اِن لوگوں کو آج بھی اپنا پیشوا مانتے ہیں ایسے کچھ موجود ہیں کہ نہیں؟، چلئے ایک تاریخی حوالہ لیجئے۔ ڈاکٹر بہاؤ الدین۔ یہ اہل حدیث فرقے کے موجودہ دور کے بہت بڑے رائٹر ہیں انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے ''تاریخ اہل حدیث'' اس

میں وہ اسمٰعیل دہلوی کو اپنا پیشوا لکھتے ہیں تو جو انگریزوں کا دوست تھا وہ اہل حدیث گروہ کا پیشوا ہے اب آپ فیصلہ کیجئے کہ جو لوگ انگریزوں کے وفادار کو، جنگ آزادی کے دشمن کو اپنا پیشوا مانتے ہوں۔ کیا وہ ہندوستان کے وفادار ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں، ایسے لوگ ہندوستان کے بھی وفادار نہیں ہو سکتے اور پھر ان دوسرے صاحب کو لیجئے تبلیغی جماعت کے بانی الیاس کاندھلوی صاحب۔ آپ جانتے ہیں کہ الیاس کاندھلوی صاحب کو پیسے ملتے تھے اور پیسے کس کو ملیں گے؟ دوست کو ہی ملیں گے۔ تو یہ بھی انگریزوں کے دوست ہوئے اور پوری تبلیغی جماعت آج بھی ان کو اپنا پیشوا مان رہی ہے، رشید احمد گنگوہی کو پیشوا مان رہی ہے اور یاد رکھیں سارے حوالے آپ ہی کے گھر کے ہیں کسی سنی عالم کا کوئی حوالہ میں نے نہیں دیا ہے سب آپ کے گھر کا ہے سب آپ ہی کے چاہنے والوں نے لکھا ہے تو جب انہوں نے یہ واضح کر دیا کہ یہ لوگ انگریزوں کے دوست اور وفادار ہیں تو ایک مُحبِّ وطن ہونے کی حیثیت سے ہمارا وہابیوں، دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کے ساتھ کسی طرح کا کوئی واسطہ نہیں ہو سکتا ہے کیوں کہ یہ وہ ہیں جو ہندوستان کے بھی وفادار نہیں ہیں اور ہمارا لگاؤ، وطنیت کے لحاظ سے اس سے ہوتا ہے جو ہندوستان کا وفادار ہوگا، اور جو ہندوستان ہی کا وفادار نہیں ہے وہ بھلا ہمارا کہاں سے وفادار ہوگا......اور دوسری بات یہ ہے کہ ہندوستانی ہونے سے پہلے ہم مسلمان ہیں اور مسلمان کا ایمان اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ہوا کرتا ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ و رسول کی شان میں سخت وشدید گستاخیاں اور توہینیں کی ہیں تو بحیثیت مسلم، بحیثیت عاشقِ رسول، بحیثیت مُحبِّ صادق، بحیثیت نعت خواں، بحیثیت اپنے نبی کو پکارنے والا ہمارا یہ فرض منصبی ہے کہ ہمارا، ان سے دوستانہ نہیں ہو سکتا ہے، اور بحیثیت ہندوستانی بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ ہم ہندوستانی ہیں اور ہندوستان کی مٹی میں ہم پیدا ہوئے ہیں اور یہ ہندوستان وہ ہے جس کے وفا شعارانِ محبت کو اللہ کے رسول ﷺ نے پسند فرما لیا ہے اور ان کی فکری، اعتقادی اور عملی تعمیر و تشکیل کے لئے کبھی حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کو بھیجا تو کبھی تو کبھی برکۃ المصطفیٰ فی الہند شیخ عبدالحق محدث دہلوی کو اور کبھی حضرت شاہ بہاء الدین باجن برہان پوری اور حضرت نائب رسول محمد بن فضل اللہ برہان پوری (رحمۃ اللہ علیہم) جیسی نعمت عظمیٰ سے سرفراز فرمایا تو اس زمین سے ہمیں اس لحاظ سے بھی محبت ہے تو ہمیں

اسی سے محبت ہوگی جو ہندوستان کا وفادار ہوگا لیکن تاریخی حوالے بتاتے ہیں کہ جو لوگ ان جماعتوں کے روپ میں سامنے آرہے ہیں یہ قرآن وسنت کے تو کیا ہندوستان کے بھی وفادار نہیں ہیں۔

مولیٰ کریم ان کے فتنہ وفساد سے ہم تمام کو محفوظ و مامون رکھے۔

ایک آخری بات آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں آج کے جشن کا عنوان ہے ''جشنِ یوم آزادی و یوم رضا'' جنگ آزادی پر آپ نے مختصر گفتگو سماعت فرمائی اب ذرا یہ دیکھئے کہ ۱۸۵۷ء کا زمانہ ایسا تھا کہ بے شمار علماء تہ تیغ کر دیئے گئے، سیکڑوں بلکہ ہزاروں علماء کو قتل کر دیا گیا ایسی صورت حال میں آپ سوچیں کہ جب علم و فضل کے بڑے بڑے جبل شامخ اس دنیا سے سے رخصت ہوگئے ہوں تو علمی دنیا میں کیسا سناٹا نظر آئے گا ہم یہ نہیں کہتے کہ علماء موجود نہیں تھے علماء موجود تھے مگر معاملہ یہ تھا کہ ایک ایک فن کے یا دو دو فن یا چند فنون کے ماہر علماء موجود تھے کوئی ایسی ذات ہمیں نظر نہیں آتی جو تمام علوم کی ماہر ہو تمام علوم میں کامل ہو، ہندوستان کی دھرتی اس بات کا مطالبہ کر رہی تھی کہ ابھی جو علماء میرے سینے پر موجود ہیں یقیناً یہ اپنے اپنے فن اور اپنے سبجیکٹ میں بادشاہ ہیں مگر ہندوستان کی سرزمین پر کوئی ایسا عالم پیدا ہونا چاہئے جو ان تمام بادشاہوں کا بادشاہ ہو تو اللہ رب العزت نے ۱۰؍شوال المکرّم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جولائی ۱۸۵۶ء کو بریلی کی سرزمین پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیدا فرمادیا، کہ لو اپنے وقت میں علمائے فنون کا بادشاہ اب بریلی کی دھرتی پر آچکا ہے۔

کون امام احمد رضا؟ میں ایک اشارہ آپ کو دینا چاہوں گا انگریزی لحاظ سے اعلیٰ حضرت کی پیدائش ۱۴ جون ۱۸۵۶ء کو ہوئی۔ جون کا مہینہ کیسا ہوتا ہے؟ یہ مہینہ ایسا ہوتا ہے جس میں زمین پانی کے لئے ترستی ہے زمین چاہتی ہے اسے پانی مل جائے اور پھر ۱۵ جون سے پانی کی شروعات ہوتی ہے بارش سے پہلے بادل آیا کرتے ہیں تو ٹھیک اسی طرح ۱۴؍جون سے دیکھتے ہیں تو ہمیں ۱۸۵۶ء کا سال بھی ایسا ہی نظر آتا ہے کہ ہندوستان کی سرزمین، علم وفن کی بارش مانگ رہی تھی اور بارش سے پہلے بادل آیا کرتا ہے تو ۱۴؍جون کو امام احمد رضا پیدا ہوئے اور یہ پیدا، بادل بن کر ہوئے اور ۱۳؍سال کے بعد ہندوستان کی سرزمین پر علمی لحاظ سے جھما جھم برس رہے تھے اور پھر ایک چیز یہ بھی دیکھئے کہ یہ جشن یوم رضا بھی ہے اور جشن یوم آزادی بھی ہے، علامہ فضل حق خیرآبادی کے بارے میں آپ نے سنا کہ وہ

۱۳؍سال کی عمر میں پڑھ کر فارغ ہوگئے اب ذرا یہ بھی دیکھئے کہ امام احمد رضا خان نے کتنے دنوں میں تعلیم حاصل کی تو جب ہم امام احمد رضا خان کی مدت تعلیم دیکھتے ہے تو وہاں بھی ہمیں یہی نظر آتا ہے ۱۳؍سال کچھ ماہ اور کچھ دن کی مدت میں آپ بھی پڑھ کر فارغ ہوگئے، تو گویا وہ دونوں اپنے وقت کے مسلم الثبوت امام تھے اور دونوں کی مدتِ تعلیم تقریباً یکساں نظر آرہی ہے۔

اور پھر یہ دیکھیں کہ میں نے شروع میں کہا تھا کہ علامہ فضل حق خیر آبادی، عمر فاروق اعظم کی نسل میں ہیں اور یہ بھی کہا تھا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بھی عمر فاروق اعظم کی نسل میں ہیں دونوں کے دونوں عمر فاروق اعظم کی نسل میں ہیں اور شاہ ولی اللہ کے خاندان میں اسمٰعیل دہلوی پیدا ہوا جس نے ایمان وعقیدے کو تباہ کرنے والی کتاب ''تقویۃ الایمان'' لکھی تھی، اب جب ہم دیکھتے ہیں تو اسمٰعیل دہلوی سے علامہ فضل حق خیر آبادی کا خونی رشتہ نظر آتا ہے کیوں کہ دونوں کا رشتۂ نسب حضرت شیر الملک پر جا کر ایک ہوجاتا ہے، خونی رشتے کا تقاضا تو یہ تھا کہ علامہ فضل حق خیر آبادی، اسمٰعیل دہلوی کی ''تقویۃ الایمان'' کا رد نہ کرتے، اسمٰعیل دہلوی سے دہلی کی جامع مسجد میں مناظرہ نہ کرتے، مسئلہ شفاعت پر مناظرہ کیا، مسئلہ ختم المرسلین پر مناظرہ کیا، امکان نظیر پر بھی مناظرہ کیا، تین تین مناظرے اسمٰعیل دہلوی سے کئے، خونی رشتے کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ مناظرہ نہ کرتے اور پھر اسمٰعیل دہلوی کے رد میں ایک نہیں۔ جب مسئلہ شفاعت کی بات آئی تو آپ نے اسمٰعیل دہلوی کے رد میں ''تحقیق الفتویٰ بابطال الطغویٰ'' لکھا، اور جب ''امکانِ نظیر'' کی بات آئی تو اس کے جواب میں آپ نے ''امتناع النظیر'' لکھا۔ خونی رشتہ کہتا ہے اسمٰعیل دہلوی کے رد میں انہیں نہ تو کتابیں لکھنا چاہئے تھا نہ اس سے مناظرہ کرنا چاہئے تھا لیکن دوستو! یہ تو دیکھو، وہ شہزادے کس کے ہیں اب چلو پھر آپ عرب کی سرزمین پر۔ ایک معرکہ ہے جس میں سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی موجود ہیں اور سیدنا عمر فاروق کے سامنے ان کا ماموں ہشام بھی موجود ہے ماموں سے بھی خونی رشتہ ہوتا ہے جب وہ سامنے آیا تو وہ کہتا ہے: بھانجے! تم مجھے قتل کروگے مجھے چھوڑ دو اتنی جائداد دیدونگا اتنی پراپرٹی دے دونگا۔ عمر فاروق اعظم کا ایمانی جواب سنئے، فرمایا: ہشام! آج صرف ایک رشتہ ہے اگر تو رسول اللہ ﷺ کا ہے تو میرا ہے اور اگر رسول اللہ ﷺ کا نہیں تو میرا نہیں۔ علامہ خیر آبادی، فاروق اعظم کی نسل میں

تھے اور ان کی نگاہ میں بھی اپنے جد امجد کا یہ عمل موجود تھا کہ میرے دادا نے اپنے ماموں کو قتل کیا ہے کفر کی بنیاد پر۔ تو آج میرے سامنے بھی اگر میرے خاندان کا فرد اسمٰعیل دہلوی آ رہا ہے تو میں ''فاروقی'' ہوں۔ اسے برداشت نہیں کرسکتا ہوں اس لئے انہوں نے اس کا ردِ بلیغ کیا۔

اب آپ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی پوری زندگی کا مطالعہ کر لیجئے سب سے زیادہ ان کی زندگی میں یہی ملے گا کہ دنیا میں جہاں جہاں بالخصوص ہندوستان میں جیسے جیسے باطل عقائد ونظریات پیدا ہوئے انہوں نے ان تمام کا رد فرمایا ہے اس لحاظ سے بھی علامہ فضل حق خیر آبادی اور امام احمد رضا میں مماثلت نظر آتی ہے، مولیٰ کریم ان تمام کے فیوض و برکات سے ہم سب کو مستفیض و مالا مال فرمائے۔

میں اپنی گفتگو کو مجاہد آزادی حضرت علامہ مفتی کفایت علی کافی مرادآبادی کے اس کلام پر ختم کرتا ہوں انگریزوں نے آپ کو پھانسی کے تختے پر چڑھانے کے بعد پوچھا تھا: کفایت علی کوئی خواہش ہو تو پوری کردی جائے۔ فرمایا: ہاں ایک خواہش ہے؟ کیا خواہش ہے؟ کہا: مجھے کاغذ اور قلم دیا جائے میں اپنے نبی کی نعت لکھنا چاہتا ہوں، دار ورسن پر پہنچ کر بھی وہ اپنے نبی کے گن گا رہے تھے اور کیا ہی خوبصورت نعت انہوں نے لکھی تھی بس اسی کو پیش کر کے میں اپنی گفتگو کو ختم کرتا ہوں، فرماتے ہیں:

کوئی گل باقی رہے گا نہ چمن رہ جائے گا
پر رسول اللہ کا دین حسن رہ جائے گا
اطلس وکم خواب کی پوشاک پر نازاں نہ ہو
اس تنِ بے جان پر خاکی کفن رہ جائے گا
ہم صفیرو! باغ میں ہیں کوئی دم کا چہچہا
بلبلیں اڑ جائیں گی سونا چمن رہ جائے گا
جو پڑھے گا صاحبِ لولاک کے اوپر درود
آگ سے محفوظ اس کا تن بدن رہ جائے گا
سب فنا ہو جائیں گے کافیؔ وہ لیکن حشر تک
نعت حضرت کا زبانوں پر سخن رہ جائے گا

مولیٰ کریم! ہمارے وہ علماء جنہوں نے جہاد آزادی میں حصہ لیا ان کے فیوض و برکات سے ہم تمام کو مستفیض و مالا مال فرمائے اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے فیضان سے بھی ہم تمام کو مستفید اور مالا مال فرمائے اور ان کا فیضان تا قیامت ہم تمام کے سروں پر جاری و ساری رکھے۔

آج کے اجلاس کا جناب محمد تنویر رضا برکاتی صاحب اور ان کے رفقاء نے اہتمام کیا۔ مولیٰ تعالیٰ انہیں اس کی بہترین جزا عطا فرمائے، تاریخ کا ایک باب آج ہم نے ملاحظہ کیا ہے۔ دوستو! ہمیں دنیا میں سر اٹھا کر جینے کے لئے اپنی تاریخ کو پڑھنا ہوگا اپنی تاریخ کو سمجھنا ہوگا اور اس تاریخ کو پڑھنے کے لئے ضروری یہ ہے کہ ہم اردو زبان سیکھیں، مَیں اِس اردو اسکول میں کھڑا ہوں اس لئے میں یہ کہنا چاہوں گا کہ آج ہم ہندوستان کی سرزمین کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ اردو اسکولیں بڑھ رہی ہیں، اردو ماہنامے بڑھ رہے ہیں، اردو اخبارات بڑھ رہے ہیں لیکن اردو کا ماحول گھٹ رہا ہے۔ دوستو! آپ اردو کی طرف توجہ کیجئے کیوں کہ اردو آپ کی مادری زبان تو ہے ہی لیکن آج اردو آپ کی دینی زبان بھی ہے، اردو آپ کی مذہبی زبان بھی ہے۔ آج یہ کہا جاتا ہے کہ ہندی میں ہو تو ہم پڑھ لیں گے میں ان سے یہ گزارش کرنا چاہوں گا آپ ہندی زبان میں لٹریچر چاہتے ہیں بالکل آپ کے لئے تیار کیا جائے گا لیکن آپ یہ سوچیں کہ جب تک ساری اسلامی تعلیمات ساری اسلامی تاریخ ہندی زبان میں منتقل کی جائے گی تب تک تو بیسوں پچاسوں سال گزر جائیں گے اس کے بعد خدا خیر کرے ہم رہتے بھی ہیں یا نہیں رہتے لیکن اس سے آسان صورت یہ ہے کہ اگر آپ اردو زبان کی طرف توجہ کرتے ہیں تو انشاء اللہ آپ کو تین مہینے میں اردو زبان پڑھنا آجائے گی اور یہ تین مہینے کی محنت آپ کو وہ سرمایہ دیگی جو سرمایہ آپ کو پچاس سال کی مدت میں بھی حاصل نہیں ہوسکتا تھا۔

مولیٰ کریم ہمیں اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور اردو زبان کو زیادہ سے زیادہ عام کرنے کی بھی توفیق مرحمت فرمائے۔

آمین و اٰخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین